ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان

شمارہ 1 - جلد 12
ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ / اکتوبر 2011

فضائل و مسائل حج

حضور ﷺ کے ذکر خیر کا منفرد انداز

حضور نقش لاثانی قدس سرہ العزیز کی ادب آموزی

حج اور عقائد اہلسنت



مسائل پاکستان اور بہترین حل
اداریہ

فہرست

ہے کہاں خلق میں محبوب خدا سا کوئی

==========

جیسے خالق کا نہیں ہمسر و ہمتا کوئی
ہے کہاں خلق میں محبوبِ خدا سا کوئی

یہ حسیں پیکرِ زیبائی و یکتائی ہے
ایسا محبوب نہیں حاشا و کلا کوئی

دیکھ کر بولے یہ ارضی و سماوی سارے
ہاں سوا ان کے نہیں مظہرِ یکتا کوئی

عظمت موسیٰ و عیسیٰ بھی ہے بے شک ارفع
پر کہاں ایسا کلیم اور مسیحا کوئی

ان کی سیرت کا نہ صورت کا ہے عالم میں جواب
ورنہ فرمائیے ایسا کہیں دیکھا کوئی؟

حال و مابعد میں یہ اور بھی نا ممکن ہے
ہم نے ماضی میں بھی ایسا نہیں دیکھا کوئی

سب رسولوں کے کمالات کے ہیں جامع حضور
مقطعِ نظمِ نبوت نہیں ان سا کوئی

خوب سوچو تو یہ ہے ختم نبوت کا پیام
اب سوا ان کے کسی کا نہیں چارہ کوئی

بالیقیں رحمتِ عالم کے سوا اے لوگو
کیسے ہو سکتا ہے عالم کا سہارا کوئی

گوشۂ چشمِ عنایت کی ضرورت ہے، شہا!
ان کے دربار میں لے جائے عریضہ کوئی

نقشِ لاثانی ہے محبوبِ خدا کا پیارا
پھر ہو کیوں آسی کو اس پیارے سے پیارا کوئی

﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمۃ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

یونس-٦٣

کلمۃ الحقیقہ ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم اداریہ

مسائل پاکستان اور بہترین حل

سعید آسوی کے قلم سے

ہمارا دل کی گہرائیوں سے اس حقیقت پر ایمان ہے کہ پاکستان کا قیام اس صدی کا سب سے بڑا 'ایوارڈ' ہے، جو رب کائنات جل مجدہ اور محبوب کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ سے اس کے باسیوں کو ملا۔ اللہ کریم نے پاک مہینے (رمضان) کی پاک رات (لیلۃ القدر) میں اپنے پاک محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی پاک امت کو اس پاک سرزمین سے نوازا تاکہ پاک وطن کی پاک ابتداء میں کوئی شک نہ رہے اور ناپاک اقوام کی ناپاک فکر ونظر اور ناپاک تہذیب وتمدن اور ناپاک چالوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے 'پاک' ہو جائے۔

مگر افسوس! وہ انقلابی رہنما جس نے بڑی جدوجہد سے دن رات ایک کر کے قوم کو گہرے خوابوں سے جگایا تھا اور انگریزوں، ہندوؤں، منافقوں اور غداروں کے پنجے سے اسے چھڑایا تھا، قیام پاکستان کے تھوڑے ہی عرصے بعد جدائی کا صدمہ دے گیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

اب وہ مخلص علماء ومشائخ جنہوں نے قیام پاکستان کے لئے قائداعظم کے ساتھ مل کر دن رات ایک کیا تھا، اپنے اصل میدان یعنی 'اصلاح احوال، درس وتدریس، تزکیہ نفس وغیرہ میں ہی مصروف ہو گئے۔ جبکہ ایسے لوگ اقتدار پر قابض ہو گئے، جنہوں نے عملاً تحریک پاکستان میں حصہ بھی نہیں لیا تھا اور اسلام یا پاکستان کی فلاح وبہبود سے خاص کوئی دلچسپی بھی نہیں رکھتے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا، بقول عبدالرب نشتر

نیرنگیٔ سیاست دوراں تو دیکھئے　　　منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

اور اب حضرت اقبال کے عقیدت مند اور حضرتِ قائد کے دیرینہ مخلص ساتھی بھی اس دنیائے شش جہت سے روپوش ہونے لگے تو بعد میں وہی صورتحال ہو گئی کہ

"زاغوں کے تصرف میں ہیں شاہینوں کے نشیمن"

حکمران بننے والے پاکستان کی بجائے ذاتی مفادات تک محدود ہو گئے۔ پھر جمہوریت اور مارشل لاء میں آنکھ مچولی شروع ہو گئی اور حق یہ ہے کہ دونوں گروہوں نے وطن عزیز کے ساتھ عموماً بے وفائی کی۔ پاکستان کمزور سے کمزور تر ہوتا گیا، غریب، غریب تر اور امیر، امیر تر بنتے رہے۔

خوفِ خدا اجل مجد، عشقِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم، جذبہ خدمتِ خلق ایسی چیزوں سے حاکموں کا دور کا بھی واسطہ نہ رہا تا نکہ موجودہ حکمران ملک پر 'مسلط' ہو گئے۔ انصاف سے تجزیہ کیا جائے تو پاکستان کے بدترین اور نا اہل ترین حاکم پرویز مشرف اور آصف زرداری ہیں۔ موخر الذکر کو (اول الذکر کی مثل ملک کے استحکام سے کوئی غرض نہیں، یہ اور ان کی پوری پارٹی کے اربابِ اقتدار ملکی دولت و وسائل کی لوٹ مار میں مگن ہیں۔ نتیجتاً آج ملکِ عزیز جن مصائب و مسائل کا شکار ہے، ان کا خلاصہ ملاحظہ فرمایئے:

(ا) موجودہ حکمران اس ارضِ پاک کو پھر سے شیطانی طاقتوں بالخصوص امریکہ کی غلامی میں دینا چاہتے ہیں، حال ہی میں سندھ کی ممتاز سیاسی شخصیت ذوالفقار مرزا کے انکشافات اور پھر الطاف حسین کی ہرزہ سرائیاں اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ امریکی گماشتے رحمٰن ملک کا اس دھرتی پر بوجھ امریکی و طاغوتی طاقتوں کے عزائم کی تکمیل کے لئے ہے، یہ بات کھلتی جارہی ہے۔ لیجئے بلی تھیلے سے باہر آ گئی، امریکہ نے کابل (افغانستان) میں نیٹو دفاتر اور امریکی سفارت خانے پر طالبان کے 20 گھنٹے تک حالیہ حملوں کا ذمہ دار پاکستانی آئی ایس آئی اور حقانی نیٹ ورک کو ٹھہراتے ہوئے سیخ پا ہو کر کہا ہے کہ امریکہ پاکستان کے اندر گھس کر براہ راست کارروائی کرے گا، ادھر دنیا کے کتے، حرص و ہوس کے بندے، زمینوں اور بنک بیلنس کے پجاری یہ پاکستانی حکمران اس کی ہیبت سے تھر تھر کانپ رہے ہیں۔ 'گھاس کھا کر ایٹم بم کا نعرہ لگانے والوں' کی عقل گھاس چرنے میں مصروف ہے، کاش وہ نبی کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ سے اپنا تعلق اتنا مضبوط کرتے تو انہیں وہاں سے رہنمائی ملتی کہ

من اتقی اللہ اھاب اللہ منہ کل شیٴ و من لم یتق اللہ اھابہ اللہ من کل شیٴ

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے، اللہ اس سے ہر شے کو ہیبت زدہ رکھتا ہے اور جو اللہ سے نہ ڈرے، اللہ اسے ہر شے سے ڈراتا ہے۔

(۲) ہمارا صاحب اقتدار طبقہ 'طبعاً غلام' ثابت ہوا ہے، کسی کی غلامی اختیار کرنا گویا ان کی سرشت میں شامل ہے۔ چنانچہ امریکہ کے علاوہ بھارت کے 'چاہنے والے' بھی کم نہیں۔ جہادِ کشمیر کو جہاد کہنے پہ معترض یہ مولوی فضل الرحمٰن (عرف ملا ڈیزل)، مسجد کو شہید کر کے گوردوارے بنانے والا یہ پرویز الٰہی، گجرات میں مندر کی بنیاد رکھنے والا شجاعت حسین، بھارتی اشارے پر پاکستان کی مزید تقسیم کرنے کے منصوبے پر عمل پیرا یہ اسفند یار ولی اور ان جیسے نہ جانے کتنے ناپاک وجود اس پاک سرزمین پر کھاتے اس کا ہیں مگر گن اپنے ازلی دشمن بھارت کے گاتے ہیں۔ بہت سے 'خرافاتی' حشرات الارض کی طرح یہاں نکلنا شروع ہو گئے ہیں جو پاکستان اور ہندوستان کی لکیریں مٹا کر در پردہ قائد و اقبال علیہما الرحمہ کے نظریات کی تکذیب کر رہے ہیں جب یہ بھارت جاتے ہیں تو بھانڈوں اور تعلبوسوں کا انداز اختیار کر لیتے ہیں وہاں یہ ماتھے پہ تلک بھی لگا لیتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ہندو انہیں گائے کا 'موت' پینے کی دعوت دیں تو اسے بھی بصد شکر قبول فرمالیں۔

پھر بھارت میں جتنے ڈیم بھی چاہیں بنیں، بلکہ کشمیر میں ڈیم بنا کر چناب اور جہلم وغیرہ کو خشک بھی کریں اور جب پانی ان کی ضرورت سے زائد ہو جائے تو ہر سال پاکستانی علاقوں کی طرف چھوڑ کر سیلاب کی صورت پیدا کر دیں نتیجتاً اس دفعہ بھی سندھ میں لاکھوں لوگ معاشی طور پر برباد ہوئے اور سینکڑوں ہلاک ہوئے۔ مگر 'پاکستانی بھارتیوں' کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ لیکن وہ کالا باغ ڈیم جو پاکستان کی بقا اور ترقی کے لئے از حد ضروری ہے اور اگر یہ نہ بنا تو چند سال تک ملک بنجر ہو جائے گا، یہ 'سانپ' اور 'بچھو' اس کی تعمیر میں مزاحم ہیں۔ کیونکہ اسی 'مزاحمت' کے صلے 'پیشگی صلے' کے طور پر فی کس کروڑوں حاصل کر چکے ہیں۔ جبکہ ہمارے صدر اور وزیر اعظم صاحبان جو کوئی فیصلہ کرتے وقت بھی 'پارلیمنٹ' تک کو اعتماد میں نہیں لیتے، داخلہ اور خارجہ پالیسیوں میں بھی من مانے فیصلے کرتے ہیں مگر کتنی عجیب بات ہے کہ ڈیم جو پاکستان کی سلامتی و ترقی کے لئے ناگزیر ہے، اسے بنانے کے

لئے سب سے منظوری لینے کو ضروری سمجھتے ہیں۔

(۳) قوم کو یہ نوید سنائی جا رہی ہے کہ میڈیا کو 'آزاد' کر دیا گیا ہے۔ یہ آزادی قابل ستائش تھی، اگر شریعت کی 'قید' میں ہوتی نیز اس سے مراد اظہار حق کی آزادی ہوتی ہے۔ مگر جو آزادی ہمیں دکھائی دے رہی ہے وہ ہے مادر پدر آزادی، 'بول بدتر از بول' بولنے کی آزادی، قرآن و حدیث سے بغاوت کی آزادی، نظریہ پاکستان سے انحراف کی آزادی، اور لعنت ہے اس قسم کی تمام آزادیوں پر۔ سنا ہے ایک چینل پر ایک بدنہاد حرافہ آتی ہے جو اپنے سیکولر نظریات کا اظہار نہایت بے باقی و بے شرمی سے کرتی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ کوئی اپنے بیڈ روم میں جو چاہے کرے، کسی کو مداخلت کا حق نہیں، یہ بھی کہا کہ پاکستان کلمہ طیبہ کی بنیاد پر ہرگز قائم نہیں ہوا اور یہ کہ قائد اعظم نے پاکستان کو اسلامی قوانین کی تنفیذ کے لئے نہیں بنایا۔ یعنی ابلیسی مہم کی یہ 'ورکر' اسلام اور پاکستان دشمنی کا کھلم کھلا اظہار کرتی رہی، سب کچھ آن ائیر لوگ سنتے رہے اور کمزور سا احتجاج بھی کسی طرف سے نہ ہوا۔ اور دوسری اقوام کیا یہ نہ سمجھیں گی کہ یہ حرامزادی عوام پاکستان کے جذبات ہی کی ترجمانی کر رہی ہے؟ فرمایئے، اس قبیل کی عورت جب ایک معروف چینل پر آ کر مرد و عورت کے ہر قسم کے تعلقات کو اعلانیہ جائز قرار دیتی ہے تو اپنے حلقہ احباب میں کیا کیا 'غضب' نہ ڈھاتی ہوگی؟ اور تف ہے اس کے والدین اور بھائیوں پر جنہوں نے اسے کھلا چھوڑ رکھا ہے۔ یہ تو ایک مثال ہے ورنہ معلوم ہوا ہے کہ میڈیا پر ایسے ہی لوگوں کا قبضہ ہوتا جا رہا ہے، جو فکر و مزاج کے اعتبار سے آوارہ ہیں۔ جن کے نزدیک 'عورت' محض تفریح طبع کا ایک ذریعہ ہے اور حیف ہے ان عورتوں پر جو چند دنیاوی سکوں کے لئے ان کے اشاروں پر ناچ رہی ہیں۔ معلوم ہوا کہ میڈیا کو 'آزادی' دینے کی نہیں لگام دینے کی ضرورت ہے۔ مگر یہ مطالبہ ہم کس سے کریں؟ صدر پاکستان سے؟، وزیر اعظم سے، گورنروں سے؟ یہ سب تو خود ناچ گانوں کی محفلوں میں بطور 'صدر محفل' اور مہمانِ خصوصی' شریک ہوتے ہیں۔ ان سے بے حیائی و آوارگی کے اس طوفان کے آگے بند باندھنے کی توقع بے وقوفی ہے، نیز پاکستان اور اسلام کو ناپاک زبانوں کی زد سے بچانے کا خیال محض وہم ہے۔

کاش یہ سب لوگ نبی رحمت، نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تعلیمات سے لو لگاتے تو معلوم ہوتا کہ

ان الحیاءَ والایمان قرناء جمیعاً فاِذا رُفِعَ اَحَدُ ھُمَا رُفِعَ الاٰخَرُ وَفِی رِوَایۃِ ابنِ عبا فَاِذَا سُلِبَ اَحَدُھُمَا تَبِعَہُ الاٰخَر۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حیاء اور ایمان دونوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا گیا ہے، جب ان میں سے ایک کو اٹھا لیا جاتا ہے تو دوسری چیز بھی اٹھ جاتی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب ان میں سے ایک چیز چھین لی جاتی ہے تو دوسری بھی اسکے پیچھے چلی جاتی ہے۔

(۴) آج اگر ملک میں بدامنی کا دور دورہ ہے، چور اور ڈکیت آزادانہ دندناتے پھر رہے ہیں، بے حیائی و فحاشی اپنے عروج پر ہے، مہنگائی نے غریب، بلکہ اچھے اچھوں کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ لوڈ شیڈنگ کا عذاب بھی مسلط ہے تو یہ سب حکمران ٹولے کی نا اہلیوں اور لوٹ مار کے سبب ہے۔ حزبِ اقتدار ہو یا حزبِ اختلاف برابر کے قصوروار ہیں بلکہ عوام بھی ان حالات کے ذمہدار ہیں۔ اس لئے کہ جو حکمران آج کرسیوں پر براجمان ہیں اور جو چند چہرے بدل بدل کر ایوانِ اقتدار میں 'نصب' ہوتے ہیں وہ ہمارے ہی دوٹوں کی 'سزا' ہیں۔ آخر عوام پاکستان کو کب سمجھ آئے گی کہ پیارے پاکستان کو تباہی کے دھانے پر پہنچانے والے اور اسلام سے 'بدظن' یہ بدطینت وزیر نہیں خنزیر ہیں اور حاکم، حاکم نہیں غاصب ہیں،

ہمیں اس تلخ نوائی پر معاف فرمائیے کہ ہمارے نزدیک اس سے بھی بدتر ہیں وہ منحوس جو اسلام اور پاکستان کے بدخواہ ہیں اور اپنے مفاد کو ملکی و ملی مفاد پر ترجیح دیتے ہیں۔

مسائل کا حل: اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملک عزیز کو تباہی سے بچانے اور نفاذِ نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے لئے کیا کیا جائے۔ اگر چہ وطنِ مقدس کے بہی خواہوں کی طرف سے متعدد تجاویز اہلِ پاکستان کی سماعت وبصارت کی نذر ہوتی رہی ہیں تاہم یہاں ایک منفرد تجویز پیش کی جاتی ہے جو پاکستان کو درپیش تمام مسائل کا مؤثر اور جامع حل ہے، اور یہ کہ ملک پاکستان کے تمام روحانی آستانے اور مشائخ عظام تمام سیاسی جماعتوں کا بائیکاٹ کرتے ہوئے اپنا ایک علیحدہ پلیٹ فارم تشکیل دیں۔ صرف چند بڑے آستانوں علی پور شریف، شرقپور شریف، سیال شریف، گولڑہ شریف، پاکپتن شریف وغیرہ کے مریدین کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ اگر تمام مشائخ، سجادہ نشین اور پیر حضرات اتحاد کر کے تحریک چلائیں، سیاست کے میدان میں اپنے تربیت یافتہ نمائندے کھڑے کریں، ادھر خلقِ خدا کی اخلاقی تطہیر اور فکری و روحانی انقلاب کے لئے اپنے علماء کے ساتھ مل کر ایک منظم جدوجہد کا آغاز کریں، تو نہ صرف یہ کہ تھوڑی سی مدت میں اسلامی حکومت قائم ہوگی جو ملک کو داخلی و خارجی مصائب سے، قرآن و صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں چھٹکارا دلائے گی بلکہ عوام الناس بھی قرآنی و دینوی فیوض و برکات سے اپنے دین و دنیا روشن کرلیں گے۔

اس کارِ خیر کا آغاز جناب صاحبزادہ فضل کریم صاحب کو کرنا چاہئے، جناب پیر محمد افضل قادری صاحب (مراڑیاں شریف۔ گجرات) کو کرنا چاہئے۔ عزت مآب جناب حاجی حنیف طیب صاحب کو کرنا چاہئے، سنی اتحاد کونسل کی تمام قیادت کو کرنا چاہئے۔ اگر چہ یہ جذبہ مذکورہ بالا تمام میں پایا جاتا ہے تاہم ضرورت اس بات کی ہے کہ نئے سرے سے، نئے جذبے اور ولولۂ تازہ کے ساتھ، موثر و منظم انداز سے تمام آستانوں کو قریب لانے اور ان کی سرپرستی میں ایک عدد سیاسی اور ایک عدد تبلیغی و اصلاحی بنانے کی کوشش کی جائے۔ واللہ! اگر ایسا ہو گیا یعنی ان مشائخ کا اتحاد جو زہد و تقویٰ کا مینار اور غیرتِ ملی سے سرشار ہوں تو یقین کیجئے کروڑوں پاکستانی جو پہلی ہی کسی انقلاب کی راہ دیکھ رہے ہیں، ان کی پشت پر ہوں گے اور پھر ملک عزیز کے استحکام اور ترقی کے لئے ایک 'اسلامی قیادت' وجود میں آجائے گی۔ جن کا منشور قرآن و حدیث ہوگا۔

اے عوامِ اہلسنت! اٹھئے، اب کچھ کرنے کا وقت ہے، کب تک ان منحوس چہروں کو دیکھتے رہوگے۔ جب ان کے ہوتے ہوئے ملک بربادی کی دہلیز پر ہے تو بالیقین اس کے ذمہدار بھی ہیں۔ اپنی علیحدہ سیاسی و قومی جماعت بناؤ۔ علیحدہ پہچان قائم کرو۔ ملک و ملت کی بھلائی اور دین و دنیا کی کامیابی کے لئے اب تمہیں ایسا کرنا ہوگا۔

اے میرے رحیم و کریم رب تعالیٰ، اپنے رحیم و کریم محبوب و مطلوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے طفیل پاکستان بلکہ جمیع عالمِ اسلام کی حفاظت فرما اور ان اولیاء کا صدقہ جو سرزمین پاکستان میں مدفون ہیں، وطنِ عزیز کو تمام مسائل و آلام سے چھٹکارا دلا۔ آمین!

حضور ﷺ کے ذکر خیر کا مخصوص و منفرد انداز

﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ا۔ تقدیم ذکر: اس میں کیا شک ہے کہ حضور پرنور ﷺ خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم السلام ہیں اور سب انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے آخر میں تشریف لائے ہیں، مگر اللہ جل مجدہ جب ایک ہی آیت میں بعض انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرماتا ہے تو حضور پرنور ﷺ کا ذکر گرامی پہلے اور پھر دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرماتا ہے۔ دیکھئے

واذ اخذ نا من النبین میثا قھم و منک و من نو ح و ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ابن مریم ص واخذنامنھم میثاقا غلیظاo (الاحزاب۔۷)

ترجمہ: اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب علیہ الرحمہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں

"پہلے اجمالاً جملہ انبیاء کا ذکر فرمایا، بعد میں چند اولوالعزم رسولوں کے نام کی تصریح کردی۔ جو صاحب کتاب اور صاحب شریعت تھے۔ ان میں سب سے پہلے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر فرمایا تا کہ حضور کی عظمت و شوکت کا اظہار ہو جائے نیز اس امر کی طرف بھی اشارہ کردیا کہ اگرچہ حضور کی بعثت تمام انبیاء کے بعد ہوئی، لیکن تخلیق میں اولیت کا شرف حضور فخر الاولین والآخرین کو ہی حاصل ہے۔"

چنانچہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ سے جب آیت کا مطلب پوچھا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا

کنت اولھم فی الخلق واخرھم فی البعث

یعنی پیدائش میں میں سب سے پہلے تھا اور بعثت میں سب نبیوں کے بعد (ضیاء القرآن ج۴ ص۱۶)

تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری اور تفسیر خزائن العرفان میں بھی حضور پرنور ﷺ کے ذکر خیر کی اولیت سے آپ کی افضلیت کا مضمون نکالا گیا ہے۔ تفسیر ابن کثیر کا یہ جملہ یاد رکھنے کے قابل ہے

فبدا فی ھذہ الا یۃ بالخا تم لشرفہ صلوات اللہ علیہ ثم رتبھم بحسب وجود ھم صلو ات اللہ علیھم

ترجمہ: اس آیت میں سب سے پہلے خاتم النبین کا ذکر آیا اس لئے حضور ﷺ ہی سب سے اشرف واکرم ہیں

پھر دوسرے انبیاء کا ذکر ان کے زمانے کے مطابق ترتیب وار کیا گیا (علیہم الصلوات)

۲۔خطاب کا انداز: قرآن حکیم کی کثیر آیات گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جس محبوب نبی علیہ السلام سے بھی خطاب فرمایا، نام لے کر فرمایا **یادم اسکن انت و زوجک الجنۃ**، اسی طرح **بنوح ، یا براھیم ، یعیسیٰ ، یزکریا، یحیی** مگر اپنے حبیب اعظم واکرم ﷺ کو ہمیشہ اوصاف جلیلہ والقاب جمیلہ سے خطاب فرمایا مثلاً **یا یھا النبی** (اے نبی) **یا یھاالرسول** (اے رسول) **یایھاالمزمل** (اے کپڑا اوڑھے لیٹنے والے)، **یایھاالمدثر** (اے جھرمٹ مارنے والے) **یٰسٓ** (اے سردار) ، **طٰہٰ** (اے پاکیزہ رہنما)

خدا نے اپنے پیارے کو پکارا جس طرح چاہا
وہ مزمل ، وہ مدثر ، وہ یٰس اور وہ طٰہٰ

(حفیظ جالندھری)

مولانا جامی نے بھی اسی طرف اشارہ فرمایا ہے

یادم است باپدر انبیا خطاب
یا یھا النبی خطاب محمد ﷺ است

"امام عزالدین بن عبدالسلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں 'بادشاہ جب اپنے تمام امراء کو نام لے کر پکارے اور ان میں ایک خاص مقرب کو یوں ندا فرمایا کرے اے مقرب حضرت! اے نائب سلطنت! اے صاحب عزت! اے سردار مملکت تو کیا کسی طرح محل ریب وشک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت ووجاہت والا اور سرکار سلطانی کو تمام عمائد وارا کین سے بڑھ کر پیارا ہے"

فقیر غفر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ خصوصاً **یا یھا المزمل** اور **یایھا المدثر** تو وہ پیارے خطاب ہیں جن کا مزہ اہل محبت ہی جانتے ہیں۔ ان آیتوں کے نزول کے وقت سید عالم ﷺ بالا پوش اوڑھے جھرمٹ مارے لیٹے تھے، اسی وضع وحالت سے حضور کو یاد فرما کر ندا کی گئی، بلاتشبیہ جس طرح سچا چاہنے والا اپنے پیارے محبوب کو پکارے 'او بانکی ٹوپی والے'۔ (تجلی الیقین)

مزید غور فرمایئے گذشتہ قوموں کے منکرین اپنے نبیوں کو نام لے کر پکارتے تھے تو ان کے اس انداز ندا وخطاب کو قرآن پاک نے اسی طرح بیان کیا مگر اللہ کے محبوب اعظم ﷺ کے دشمن جو گستاخانہ انداز میں نام لے کر پکارتے تھے، اسے بیان بھی نہ فرمایا، ہاں اگر انھوں نے اچھے وصف سے پکارا اگرچہ ہنسی مذاق کے طور پر ہی سہی، اس کا ذکر فرما دیا مثلاً

قالوا یا یھا الذی نزل علیہ الذکر

ترجمہ: بولے اے وہ جس پر ذکر نازل ہوا

بلکہ پہلی امتوں کے مومن بھی اپنے نبیوں کو نام لے کر پکارتے تھے اور یموسیٰ، یعیسیٰ ہی کہتے تھے (جیسا کہ قرآن پاک میں کئی دفعہ ان کا انداز مذکور ہے) مگر اللہ جل جلالہ نے اپنے حبیب اعظم ﷺ کی امت کو اس طرز خطاب سے روک دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کد عاء بعضکم بعضا

(النور۔۶۳)

ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالوجیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

عام مفسرین کے قول کے مطابق پہلے یا محمد اور یا ابالقاسم کہہ لیتے تھے، اس سے روک کر سمجھایا گیا کہ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ، کہا کرو، پھر بھی اگر بعض روایات میں 'یا محمد' وارد ہے تو اس سے مقصود نام پاک نہیں ہوتا بلکہ معنی وصفی مراد ہوتا ہے۔ یعنی یہاں 'یا محمد' کا معنیٰ ہے اے وہ ذات جس کی زیادہ سے زیادہ تعریف کی جائے اور تعریف کا حق پھر بھی ادا نہ ہو۔ چونکہ سب اس نکتے سے آگاہ نہیں ہوتے لہذا ادب واحترام کے تقاضے سکھانے کے لئے نہ خود یہ طرز اختیار کیا گیا نہ دوسروں کو اس پر چلنے کی اجازت دی گئی۔ بلکہ حضور پرنور ﷺ کے صدقہ میں اس امت مرحومہ کا خطاب بھی پہلی امتوں سے ممتاز ٹھہرایا گیا۔ اگلی امتوں کو اللہ تعالیٰ نے یایھاالمسکین فرمایا کرتا، مثلاً توریت مقدس میں جا بجا یہی لفظ ارشاد ہوا ہے (ابن ابی حاتم وخصائص کبریٰ) مگر اس امت کو **یایھا الذین امنوا** فرمایا گیا ہے۔

۳: کافروں کی ہرزہ سرائی کا جواب: قرآن پاک گواہ ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے کفار بدتمیزی سے پیش آتے اور گستاخانہ کلام واعتراض کرتے تو وہ حضرات خود اس کا جواب دیتے مثلاً حضرت نوح علیہ السلام سے کفار نے کہا

انا لنرلک فی ضلل مبینo

بیشک ہم تمہیں کھلا گمراہ سمجھتے ہیں

اس کا جواب خود حضرت نوح علیہ السلام نے دیا

یقوم لیس بی ضلا لۃ و لکنی رسول من رب العلمین o

ترجمہ: اے میری قوم مجھے گمراہی سے کچھ تعلق نہیں میں تو رب العلمین کی طرف سے رسول ہوں

بالکل یہی صورت حال حضرت ہود، حضرت شعیب، حضرت موسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء کرام کے بارے میں ہے۔

مگر اللہ کے محبوب ومطلوبِ اعظم واکرم ﷺ کا معاملہ اور ہے اور ارفع واعلیٰ ہے۔ اب اگر گستاخ و بےادب کفار بدتمیزی کرتے ہیں تو اس کا جواب حضور انور ﷺ خود نہیں، بلکہ ان کا خالق ومالک اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔ بلکہ یوں لگتا ہے کہ جیسے غضب الٰہی پورے جوش پر ہے اور ان کی مختصر سی گستاخی کا جواب بھی کئی گنا تفصیل سے ہوتا ہے، اور پھر اس جواب کا آغاز اکثر 'قسم' سے ہوتا ہے مثلاً

ا: قرآن فرماتا ہے

و قالوا یایھا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنو ن (الحجر۔٦)

کافر بولے اے وہ جس پر قرآن اترا، بیشک تو مجنون ہے

اس کا جواب اللہ نے دیا اور آغاز یوں فرمایا

نٓ والقلم وما یسطرون oما انت بنعمۃ ربک بمجنون o (القلم۔۲،۱)

ترجمہ: قلم اوران کے لکھے کی قسم تو تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں

اس کے بعد حضور ﷺ کے اجر غیر محدود کا ذکر، پھر خلق عظیم کا بیان وغیرہ اور پھر خصوصی گستاخ کی اوراس کی بدکرداری اور بداصلی کے حوالے سے مذمت ۔گویا چند الفاظ کا جواب آیات میں دیا گیا۔

۲۔ وحی اترنے میں جو کچھ دنوں دیر لگی تو کافر بولے

ان محمدا ودعه ربه وقلاه

(یعنی بیشک محمد ﷺ کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور دشمن پکڑا)

اس کے جواب میں پوری سورۃ الضحیٰ نازل فرمادی اور آغاز

والضحی ۝ واللیل اذا سجی ۝ ما ودعک ربک وما قلی ۝

یعنی قسم ہے دن چڑھے کی اور قسم رات کی جب اندھیری ڈالے (یاقسم اے محبوب تیرے روئے روشن کی اور قسم تیری زلف کی جب چمکتے رخساروں پر بکھر کر آئے) نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا

پھر باقی سورت میں حضور پرنور ﷺ پر اللہ کے ان احسانات کا ذکر ہے جو ماضی میں ہوئے، حال میں ہورہے ہیں اور آئندہ ہوں گے۔

۳: کفار نے کہا **لست مرسلاً** (تو رسول نہیں)، حق تعالیٰ نے جواباً فرمایا

یٰس ۝ والقران الحکیم ۝ انک لمن المرسلین ۝ علی صراط مستقیم ۝ (یٰس:۱تا۴)

ترجمہ: یٰس، حکمت والے قرآن کی قسم، بیشک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔

۴: کفار نے حضور پرنور ﷺ کو شاعری کا عیب لگایا۔جواب دیا گیا

وما علمنه الشعر وما ینبغی له ۔ ان هو الا ذکر و قران مبین ۝

(یٰس:۶۹)

ترجمہ: اور نہ ہم نے انھیں شعر کہنا سکھایا اور نہ وہ ان کے لائق تھا۔وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن

۵: حضور پرنور ﷺ کے صاحبزادے کا وصال ہوگیا تو عاص بن وائل شقی نے 'ابتر' کی پھبتی کسی، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکوثر نازل فرمادی اور اپنے محبوب اکرم ﷺ کو کوثر کا مالک ٹھہرایا جہان بھر کی خوبیوں سے نوازنے کا اعلان فرمایا نیز یہ بھی واضح کردیا کہ ابتر تو وہ ہے جو اس جانِ خوبی ﷺ کا دشمن ہے۔ چنانچہ اس کے اپنے دونوں فرزند عمرو اور ہشام دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔گویا اس کے بیٹے بھی حضور پرنور ﷺ کی روحانی فرزندی میں آگئے اور وہ گستاخ خود ابتر و بےنشان ہوگیا۔

۶: حضور پرنور ﷺ نے قریبی رشتہ داروں کو وعظ ونصیحت کے لئے بلایا تو ابولہب شقی بولا' **تبالک سائر الیوم الھذا جمعتنا** (ٹوٹنا اور ہلاک ہونا ہو تیرے لئے ہمیشہ کو، کیا ہمیں اس لئے جمع کیا تھا، معاذ اللہ) اللہ نے اس کے جواب میں سورۃ ابی لھب اتاری جس کا

تبت یدا ابی لھب و تب

(ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا)

ساری سورت غضب خداوندی کی ترجمان ہے

۷: حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی پر تہمت لگائی گئی تو ایک بچے سے ان کی صفائی پیش کرائی گئی، حضرت سیدہ مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام آیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی عفت کے گواہ بن گئے، مگر حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھا گیا تو خود رب العزۃ نے ان کی برأت کا اعلان فرمایا۔ جن منافقین نے یہ جرأت کی تھی، ان پر سخت ترین غضب کا اظہار کیا گیا اور جو سادہ لوگ سادگی کی بنا پر شکوک وشبہات کا شکار ہو گئے تھے۔ انہیں بھی تنبیہ فرمائی گئی۔

اسی طرح منافقین مدینہ کی ہرزہ سرائیوں کا جواب حضور پرنور ﷺ کے بجائے خود اللہ جل مجدہ نے ارشاد فرمایا۔ نیز اس سلسلے میں یہ بھی امتیاز روا رکھا گیا کہ کفار نے انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں جو خرافات بکی تھیں، وہ بھی من وعن نقل کر دی گئیں مگر جب اس محبوب کریم در یتیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باری آئی تو کفار کی خرافات کو اکثر نقل تک نہیں کیا گیا ہاں اس کا جواب دے دیا گیا۔ اگر آپ غور فرمائیں جس طوفانی دور میں یہ آیات نازل ہوئیں اور جس غضبناک انداز میں نازل ہوئیں، اللہ کے قادر مطلق اور حضور نبی اکرم ﷺ کے نبی برحق ہونے کا یہ بھی ایک ثبوت ہے۔ وہ بدبخت لوگ جن کی خرافات کے جواب میں ان کا نزول ہوا، اور پھر جس طرح انہیں برسرِ عام تلاوت کیا گیا، پھر اس کے باوجود حیوان صفت ظالموں کا محض دانت پیس کے رہ جانا اور کچھ نہ کر سکنا، یقیناً اللہ، نبی اور اسلام کی صداقت کی ایک روشن دلیل ہے۔ ایسے ظالم وخونخوار دشمنوں کو کھلے عام جو کچھ تھے کہا گیا، اور وہ بدترین جذبہ انتقام کے باوجود بے بس رہے، بیشک بڑی بات ہے۔

۴۔ حضور ﷺ کی نسبت کا اعزاز: صرف یہی نہیں کہ صرف حضور پرنور ﷺ کی اپنی عظمتِ شان کو دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام سے اجاگر کیا گیا اور اسے یکتا بنا کر یکتا انداز میں پیش کیا گیا بلکہ جس چیز کو حضور پرنور ﷺ سے نسبت حاصل ہوگئی، اسے بھی اس کی نوع سے برتر ثابت کیا گیا مثلاً حضور پرنور ﷺ کے دین کی بابت اعلان کر دیا گیا

ھوا الذی ارسل رسولہ با لھدی و دین الحق لیظھر ہٗ علی الدین کلہ ط (الفتح:۲۸)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے

(ب) حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی بابت فرمایا

ینساءَ النبی لستن کاحد من النساءِ (الاحزاب:۳۲) ترجمہ: اے نبی کی بیویو تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو

(ج) حضور ﷺ کی امت کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے

کنتم خیر امۃٍ اخو جت للناس (آل عمران:۱۱۰) تم بہتر ہو سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں

(د) اسی نسبت کی عظمت کو مزید واضح کرنے کے لئے حضور پرنور ﷺ سے منسوب چیزوں کی قسم ذکر فرمائی گئی

مثلاً آپ ﷺ کے زمانے کی قسم

والعصر ٥ (العصر:١) ترجمہ: اس زمانہ محبوب کی قسم

آپ ﷺ کے شہر کی قسم

لا اقسم بھذا البلد ٥ وانت حل بھذا البلد ٥ (البلد:١،٢)

ترجمہ: مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شہر کی قسم کی مراد حضور ﷺ کی خاک پا کی قسم مراد لی ہے (جیسا کہ مواہب لدنیہ وغیرہ کی روایت سے ظاہر ہے) حضرت شیخ محقق نے مدارج النبوۃ میں فرمایا ہے کہ گویا حضور ﷺ کی خاک پا بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں دوسروں سے زیادہ معظم ہے۔

آپ ﷺ کے کلام کی قسم

وقیلہ یرب ان ھٰؤلاءِ قوم لا یومنون ٥

ترجمہ: مجھے قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اے میرے رب یہ لوگ ایمان نہیں لاتے

آپ ﷺ کی عمر کی قسم:

لعمرک انھم لفی سکر تھم یعمھون ٥ (الحجر:٧٢)

ترجمہ: اے محبوب تمہاری جان کی قسم بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

۵۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں: حضور پرنور ﷺ کی خصوصی عظمت کا اظہار یوں بھی ہوتا ہے کہ قرآن مقدس میں بعض جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں تو مذکور ہیں مگر ان کا جواب مذکور نہیں (اگرچہ ان دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شک نہیں) اس کے برعکس حضور پرنور ﷺ کی دعائیں تو مذکور نہیں مگر انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے لئے جس جس چیز کی دعا کی تھی، حضور پرنور ﷺ کو بغیر طلب و دعا کے عطا فرمانے کا ذکر فرما دیا گیا۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی

(الف) ولا تخزنی یوم یبعثون (شعرا:٨٧) رجمہ: اور رسوانہ کرنا مجھ کو جس دن جی کر اٹھیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں جواب مذکور نہیں۔ البتہ حضور پرنور ﷺ کو امت سمیت یہ انعام دیا گیا

یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ' (تحریم:ع ٢) جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی کو اور ان کو جو ایمان لائے اس کے ساتھ

(ب) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور دعا یوں مذکور ہے

واجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام (ابراہیم:٣٥) ترجمہ: اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے بچا

حضور پرنور ﷺ کے حق میں بن مانگے ارشاد ہوتا ہے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیراً۔ (الاحزاب:٣٣)

ترجمہ: اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے گھر والو اور تمہیں خوب ستھرا کرنا

قابل غور بات یہ بھی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا تو عبادت اصنام سے بچنے کے لئے کی تھی، یہاں ہر گناہ و نقص کو عام ہے۔ وہ دعا تو خاص اپنے بیٹوں کے حق میں تھی، یہاں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات اور اولاد وغیرہ سب کو شامل کیا گیا ہے۔

(ج) حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی ایک اور دعا یوں بیان کی گئی

واجعلنی من ورثة جنة النعیمO (الشعراء:۸۵) ترجمہ: اور مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں سے کر

حضور پرنور ﷺ کو بن مانگے فرمایا گیا:

انا اعطینک الکوثرo (الکوثر:۱) ترجمہ: ہم نے تجھے کوثر بخشا

بلکہ یہاں تک فرمادیا گیا

ولسوف یعطیک ربک فترضیo (الضحیٰ:۵) ترجمہ: عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

(د) اللہ کے خلیل علیہ السلام کی ایک دعا یہ بھی ہے۔

واجعل لی لسان صدقٍ فی الاخرینo (الشعراء:۸۴) ترجمہ: اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں

حضور پرنور ﷺ کو بے مانگے اس سے بڑھ کر عطا ہوا یعنی

ورفعنا لک ذکرک o (انشراح:۴) ترجمہ: اور ہم نے تیرے لئے تیرا ذکر بلند کیا

یاد رہے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا ذکر تھا جو اللہ کے خلیل اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام میں دوسرے نمبر پر ہیں۔ اب آیئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی طرف، انھوں نے التجا کی

(الف) **رب اشرح لی صدریo** (طٰہٰ:۲۵) ترجمہ: اے میرے پروردگار میرے لئے میرا سینہ کھول دے

حضور پرنور ﷺ سے فرمایا گیا:

الم نشرح لک صدرکo (انشراح:۱) ترجمہ: کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا

۶۔ ہر عضو کا ذکر خیر: حضرت مولانا نور بخش توکلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر عضو کا ذکر کیا ہے جس سے حق جل وعلا کی کمال محبت وعنایت پائی جاتی ہے"

قلب مبارک: الف: **ما کذب الفواد ما رایo** (النجم۔۱۱)

ترجمہ: دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا

ب: **نزل به الروح الامینoعلی قلبک لتکون من المنذرین** (الشعراء:۱۹۳،۱۹۴)

ترجمہ: اسے روح الامین لے کر اترا تمہارے دل پر کہ ڈر سناؤ

زُبان مبارک:

الف: **وما ینطق عن الهوی oان هوا لا وحی یوحیo** (النجم:۳،۴)

ترجمہ: اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے

ب: فانما یسرنہ بلسانک لعلھم یتذکرون (الدخان:۵۸)

ترجمہ: تو ہم نے اس (قرآن) کو تمہاری زبان میں آسان کر دیا کہ وہ سمجھیں۔

چشم مبارک:

ما زاغ البصر وما طغیٰo لقد رای من ایت ربہ الکبریٰo (النجم:۱۷۔۱۸)

ترجمہ: آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔ بے شک اس نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں

رُخ مبارک: قد نریٰ تقلب وجھک فی السمآء ج فلنولینک قبلۃ ترضھا ص (البقرہ:۱۴۴)

ترجمہ: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔

دست مبارک اور گردن مبارک:

ولا تجعل یدک مغلولۃ الیٰ عنقک (بنی اسرائیل:۲۹)

ترجمہ: اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ

سینہ مبارک: الم نشرح لک صدرکo (الانشراح:۱) ترجمہ: کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا

پشت مبارک: وضعنا عنک وزرکo الذی انقض ظھرکo (الانشراح:۲،۳)

ترجمہ: اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی

۷۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذکر: قرآن پاک میں نہایت ہی کثرت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر خیر کے ساتھ حضور ﷺ کا ذکر خیر فرمایا ہے۔ ایمان، اطاعت، ایذا، برأت، اذان وغیرہ کے حکم و اعلان میں یہی اہتمام بار بار ہے مثلاً

الف: اطیعوا اللہ ورسولہ (الانفال:ع۳)
ب: امنوا باللہ ورسولہ (نور۔ع۹)
ج: استجیبوا اللہ وللرسول (الانفال۔ع۳)
د: و من یعص اللہ ورسولہ (النساء۔ع۲)
ر: یوذون اللہ ورسولہ (الاحزاب۔ع۷)
س: برآءۃ من اللہ ورسولہ (التوبۃ۔ع۱)
ص: واذان من اللہ ورسولہ (التوبہ۔ع۱)
ط: یحاربون اللہ ورسولہ (المائدہ۔ع۵)
ع: لا یحرمون ماحرم اللہ ورسولہٗ (التوبۃ۔ع۴)
ف: الانفال للہ وللرسول (الانفال۔شروع)
ق: یشاقق اللہ و رسولہ (الانفال۔ع۲)
ک: اتھم اللہ ورسولہ (التوبۃ۔ع۱۰)
ل: فردوہ الی اللہ والرسول (النساء۔ع۸)
م: فان للہ خمسہ وللرسول (الانفال۔شروع)
ن: اغنھم اللہ ورسولہ (التوبۃ۔ع۱۰)
و: الذین کذبوا اللہ ورسولہ (التوبۃ۔ع۱۲)
ی: انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ (الاحزاب۔ع۵)

فضائل و مسائل حج

﴿محقق دوراں جناب ابوابراہیم صاحب آسوی﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ

ترجمہ: ﴿بے شک سب میں پہلا گھر جولوگوں کی عبادت کو مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا رہنما☆ اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو اس میں آئے امان میں ہو اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے﴾ (۷) سورہ آل عمران آیت:۹۶-۹۷ پارہ نمبر

حج کی فرضیت: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے پاس سامانِ سفر اور سواری ہو جو اُسے بیت اللہ تک پہنچادے پھر وہ حج نہ کرے تو پھر اس بات میں فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے اور یہ اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالی فرماتا ہے ﴿اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے﴾۔

(ترمذی حدیث:۸۱۲ مشکوۃ:۲۵۲۱ کتاب المناسک)

یعنی اس تارک حج کی موت اور یہودی و عیسائی کی موت میں فرق نہیں کہ اللہ تعالی نہ اُس سے راضی ہو گا نہ ان سے اگرچہ دونوں پر ناراضگیوں میں فرق ہے یا یہ مطلب ہے اگر یہ شخص حج کا منکر ہو کر مرا تو اس میں اور اہل کتاب میں فرق نہیں اور اگر حج کا تارک ہو کر مرا تو کفران یعنی ناشکری میں فرق نہیں۔ بہر حال اس کلام میں انتہائی غضب کا اظہار ہے اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حج نہ کرنا کفر ہے۔ (مراۃ جلد۴ص:۹۴)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو حج کرنے سے کوئی ظاہری ضرورت (طعام، قیام اور سفر خرچ کی کمی) مانع نہ ہوئی نہ ظالم بادشاہ نہ کوئی ایسی بیماری جو حج سے مانع ہو وہ شخص اس حال میں مرجائے کہ اُس نے حج نہ کیا ہو تو خواہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔

(دارمی:۱۷۸۵، مشکوۃ:۲۵۳۵ کتاب المناسک)

یعنی اس کی موت یہود و نصاری کی سی ہے کہ وہ لوگ کتاب پڑھتے تھے مگر عمل نہ کرتے تھے۔ ایسے ہی یہ قرآن شریف پڑھتا ہے اور حج کی آیت پر بلا عذر عمل نہ کیا، لہذا احادیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بدعملی فسق ہے کفر نہیں، پھر اس کی موت کو یہودیوں عیسائیوں کی موت کیوں فرمایا۔ (مراۃ جلد۴)

صاحب استطاعت کون ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض

کیا کون سی چیز حج فرض کرتی ہے فرمایا: زادِ سفر اور سواری۔ (ترمذی: ۸۱۳، مشکوٰۃ: ۲۵۲۶ کتاب المناسک)

حج زندگی میں ایک بار فرض ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس حج کیا کرو! ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ خاموش رہے حتیٰ کہ اُس نے تین بار یہی عرض کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا اور تم اس کی ادائیگی کی طاقت نہ رکھتے۔ جن چیزوں کا بیان میں چھوڑ دیا کروں تم اُن کا سوال مت کیا کرو کیونکہ تم سے پہلے اسی لئے ہلاک ہوئے کہ انبیاء علیہم السلام سے بکثرت سوال کیا کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کرتے تھے، لہٰذا جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر بقدر استطاعت عمل کیا کرو اور جب میں کسی چیز سے روک دوں تو اُس کو چھوڑ دیا کرو۔ (مسلم حدیث: ۱۳۳۷ کتاب الحج، مشکوٰۃ: ۲۵۰۵ کتاب المناسک)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس حج کیا کرو! اقرع بن حابس نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا اور اگر واجب ہو جاتا تو تم اس کو نہ کرتے اور اس کی ادائیگی کی طاقت بھی نہ رکھتے پس حج ایک ہی بار فرض ہے تو جس نے اس سے زیادہ کیا وہ نفل ہوگا۔

(احمد حدیث ۲۵۱۰، ابوداود ۱۷۲۱، مشکوٰۃ حدیث: ۲۵۲۰ کتاب المناسک)

ہر پانچ سال میں ایک بار حج کرنا مستحب ہے: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ عَبْداً صَحَّحْتُ لَهُ جِسْمَهُ وَوَسَّعْتُ عَلَيْهِ فِي الْمَعِيْشَةِ، تَمْضِيْ عَلَيْهِ خَمْسَةُ أَعْوَامٍ لَايَفِدُ إِلَيَّ لَمَحْرُوْمٌ﴾ بیشک میں نے بندے کو صحت وتندرستی اور وسیع رزق دیا اس کے باوجود اُس کو پانچ سال کا عرصہ گذر گیا ہے وہ میری طرف نہیں آیا (یعنی اُس نے حج نہیں کیا) لہٰذا وہ محروم ہے۔ (ابن حبان، بیہقی، ترغیب حدیث: ۳۶۹)

حج سے گناہ اور فقر دور ہوتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج اور عمرہ ملا کر کرو کہ یہ دونوں غریبی اور گناہوں کو ایسے مٹا دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے سونے اور چاندی کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اور مقبول حج کا ثواب جنت کے سوا اور کچھ نہیں۔ ترمذی حدیث: ۸۱۰، نسائی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ حدیث: ۲۵۲۴ کتاب المناسک

حج مبرور کا معنی ہے وہ حج جس میں کوئی گناہ نہ کیا ہو، یا وہ حج جو دکھلاوے کے لئے نہ ہو محض اخلاص سے ہو یا وہ حج جس کے بعد کوئی گناہ نہ ہو حاکم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حج مبرور کی تفسیر کھانا کھلانے اور اچھی باتوں سے کی ہے۔ (شرح مسلم نووی) (حج اور عمرہ ملا کر کرو) یعنی ایک سفر میں حج وعمرہ دونوں ادا کر لو خواہ قران کرو یا تمتع یہ تو باہر والوں کے لئے ہوا یا اے مکہ والو حج کے بعد عمرہ بھی کر لو، کیونکہ مکہ والوں کو زمانہ حج میں عمرہ منع ہے بہر حال یہ حدیث سارے مسلمانوں کے لئے ہے کی ہوں یا غیر کی۔ قران یا تمتع یا حج اور عمرہ ملا کر کرنے سے دل کی اور ظاہری فقیری بھی بفضلہٖ دور ہوتی ہے اور گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اس کا تجربہ بھی ہے۔ خیال رہے کہ گناہ وفقر دور کرنا رب کا کام ہے مگر یہاں اُسے حج وعمرہ کی طرف نسبت کیا گیا کہ یہ اس کا سبب ہے، لہٰذا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول غنی کرتے ہیں۔

أَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ سورۃ التوبہ آیت: ۷۴) مراۃ جلد ۴ ص: ۹۵

حدیث میں ہے کہ کبائر کے سوا باقی گناہ نماز سے معاف ہو جاتے ہیں اور قرض کے سوا باقی گناہ جہاد سے معاف ہو جاتے ہیں اور حج مبرور کے

بعد انسان نومولود بچے کی طرح گھر لوٹتا ہے اور حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور آپ کی بشارتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی عقل سے ان احادیث میں قیود لگا کر مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دائرہ تنگ نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہ توبہ سے بھی معاف کرتا ہے اور اپنے فضل محض سے بھی معاف کرتا ہے۔ (شرح مسلم سعیدی جلد ۳ ص:۱۹۹)

حضرت عبد اللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی رغبت پیدا کی، تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمرو کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا، میں کچھ شرائط طے کرنا چاہتا ہوں، فرمایا: تمہاری شرائط کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا میری شرط یہ ہے کہ میرے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے، اور حج پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

مسلم حدیث: ۱۲۱ کتاب الایمان، مشکوٰۃ حدیث: ۲۸ کتاب الایمان

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کھینچ لیا بے ادبی کے لئے نہیں بلکہ بندہ مختار مانتے تھے، دیکھو بخشنا اللہ کا کام ہے اور شرط رسول اللہ ﷺ سے لگا رہے ہیں ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں جنت عطا فرمایئے حضور ہمیں دوزخ سے نجات نصیب ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان اور نیک اعمال معافی گناہ کا ذریعہ ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں) (سورہ ہود: ۱۱۴) مگر ان سے گناہ مٹتے ہیں نہ کہ حقوق العباد تو مسلم اسلام لا کر زمانہ کفر کے قرض بھی ادا کریگا اور حدود اور قصاص بھی لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ یعنی یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ زمانہ کفر میں ظلماً قتل کر لو لوگوں کے مال مار لو اور بعد میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ سب معاف یہ ناممکن۔ (مراۃ جلد ۱ ص: ۵۰)

یوم عرفہ کی فضیلت: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بندوں کو دوزخ سے آزاد نہیں کرتا۔ اللہ (اپنے سے) قریب ہوتا ہے اور فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے: یہ بندے کس ارادے سے آئے ہیں۔ مسلم حدیث: ۳۲۲۸، مشکوٰۃ: ۲۵۹۴ کتاب المناسک باب الوقوف بعرفۃ

حج کی فضیلت اور رسول اللہ ﷺ کا علم: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد منیٰ میں حاضر تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک انصاری اور ثقفی نے حاضر سلام عرض کیا پھر وہ دونوں بولے یا رسول اللہ! ہم آپ سے سوال کرنے آئے ہیں، آپ نے فرمایا ﴿ إِنْ شِئْتُمَا أَخْبَرْتُكُمَا بِمَا جِئْتُمَانِي تَسْأَلَانِي عَنْهُ، فَعَلْتُ وَإِنْ شِئْتُمَا أَنْ أُمْسِكَ وَتَسْأَلَانِي، فَعَلْتُ ﴾ فَقَالَا: ((أَخْبِرْنَا يَا رَسُولَ اللهِ))، اگر تم چاہو تو میں خود تمہارا سوال بیان کروں، اور اگر تم چاہو تو میں خاموش رہوں اور تم سوال کرو، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بیان فرمائیں ثقفی نے انصاری سے کہا کہ تم سوال کرو انصاری نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں بتایئے! آپ نے فرمایا کہ تم یہ سوال کرنے آئے ہو کہ جب تم اپنے گھر سے بیت اللہ کے لئے روانہ ہوا اور بیت اللہ کا طواف کرو تو اس میں تمہارے لئے کیا اجر ہے؟ اور طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کا کیا اجر ہے؟ اور صفا مروہ کے درمیان سعی کا کیا اجر ہے، اور وقوف عرفہ کا کیا اجر ہے، اور رمی جمار کا کیا اجر ہے، اور نحر (قربانی) کا کیا اجر ہے، اور سر منڈانے کا کیا اجر ہے؟ اور اس کے بعد طواف زیارت کا کیا اجر ہے؟ فَقَالَ: ((وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَعَنْ هَـٰذَا جِئْتُ أَسْأَلُكَ)) انصاری نے کہا یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، ہم آپ سے یہی سوال کرنے آئے تھے۔

آپ نے فرمایا: جب تم اپنے گھر سے بیت اللہ کے لئے روانہ ہوتے ہو تو تمہاری سواری کے ہر قدم رکھنے اور اُٹھانے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور ایک گناہ مٹاتا ہے اور جب تم طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے ہو تو تمہیں اولادِ اسماعیل سے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے، اور جب تم صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہو تو تمہیں ستر غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے، اور جب تم زوال کے بعد میدانِ عرفات میں وقوف کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے یہ میرے وہ بندے ہیں جو دُور دراز کے علاقوں سے بکھرے ہوئے غبار آلود بالوں کے ساتھ آئے ہیں یہ میری رحمت اور مغفرت کی امید رکھتے ہیں سو اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں، بارش کے قطروں اور سمندر کے جھاگ کے برابر بھی ہوں تو میں نے انہیں بخش دیا ہے، میرے بندو! عرفات سے مزدلفہ کی طرف جاؤ، تمہاری بھی مغفرت ہوگی اور جن کی تم شفاعت کروگے اس کی بھی مغفرت ہوگی۔

اور جب تم رمی جمار (کنکریاں پھینکتے ہو) کرتے ہو تو ہر کنکری کے بدلہ میں ایک ہلاک کرنے والا کبیرہ گناہ معاف کر دیا جاتا ہے، اور تمہاری قربانی تمہارے رب کے پاس ذخیرہ کی جائے گی اور جب تم سر منڈاتے ہو تو ہر بال کے بدلہ میں ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے، اور جب اس کے بعد تم طواف (زیارت) کروگے تو تم اس حال میں طواف کروگے کہ تمہارا کوئی گناہ نہیں ہوگا، پھر ایک فرشتہ تمہارے دو کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہے گا جاؤ از سر نو عمل کرو تمہارے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر، الترغیب الترہیب کتاب الحج حدیث ۱۷۰۹۔ ص ۲/۱۱۰، مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۲۷۶، المطالب العالیہ حافظ ابن حجر ج ۱ ص ۳۶۴، ابن حبان، بزار، خصائص کبری جلد ۲ ص ۱۷۱، باب اخبارہ بما حدثوا بہ انفسہم، من معجزات النبی ﷺ از شیخ عبد العزیز محمد سلمان الریاض سعودی عرب ص ۵۵ حدیث: ۹۹)

یوم عرفہ کی فضیلت کے علاوہ اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو ایسی صفت عطا کی تھی جس سے آپ پر امورِ غیبیہ منکشف ہو جاتے تھے، آپ دلوں کا حال جان لیتے تھے اور یہی علمِ غیب ہے۔

حاجی کا استقبال: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم حاجی سے ملو تو اسے سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو اور اُس کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اپنی دعائے مغفرت کے لئے کہو کیونکہ وہ بخشا ہوا ہے۔ (احمد حدیث: ۲۰۷۷، مشکوۃ حدیث: ۲۵۳۸ کتاب المناسک)

اس سے مراد وہ ہے جو حج کر کے واپس وطن آیا، عمرہ یا زیارت مدینہ منورہ کرنے والا غازی اور طالب علم بھی اسی حکم میں ہیں (مرقات) ان سب سے دعا کرانا چاہئے معلوم ہوا کہ حاجی کے آتے جاتے ہوئے راستہ کے گناہ بھی معاف ہیں، گھر میں آ کر گناہ شروع ہوں گے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مغفور لوگوں سے دعا کرانی چاہئے۔ لہذا اولیاء اللہ اور چھوٹے بچوں سے دعا کرانی چاہئے۔ مراۃ جلد ۴ ص: ۱۰۱

سفرِ حج میں فوت ہونے والا بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص حج یا عمرہ کے لئے روانہ ہوا اور راستہ میں مر گیا، اُس کی پیشی ہوگی اور نہ اس سے حساب لیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جا۔ (ابو یعلی، طبرانی، بیہقی، الترغیب والترہیب حدیث: ۱۷۱۳، ص ۲/۱۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو حج کے ارادے سے نکلا اور فوت ہو گیا تو قیامت تک اُس کے لئے حج کا اجر لکھ دیا گیا، جو عمرہ کے ارادے سے نکلا اور فوت ہو گیا تو قیامت تک اُس کے لئے عمرہ کا اجر لکھ دیا گیا، جو جہاد کے ارادے سے نکلا اور فوت ہو گیا تو

قیامت تک اُس کے لئے غازی کا اجر لکھ دیا گیا۔ (الترغیب والترہیب: ص ۲/۱۱۲،مشکوۃ حدیث:۲۵۳۹ کتاب المناسک)

حج اور عمرہ کا لغوی اور شرعی معنی: حج کا لغوی معنی ہے قصد اور اس کا شرعی معنی ہے، بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنا۔ زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض عین ہے۔ اسلام، حریت عقل، بلوغ اور حج کی استطاعت حج کی فرضیت کے لئے شرط ہیں۔ وقوف عرفات اور طواف زیارت حج میں فرض ہیں۔ حج کے واجبات یہ ہیں میقات یا اس سے پہلے احرام باندھنا، غروب آفتاب تک میدان عرفات میں رہنا۔ وقوف مزدلفہ، صفا مروہ میں دوڑنا، شیطان کو منیٰ میں کنکریاں مارنا، سر منڈانا یا بال کٹانا اور آفاقی (میقات سے باہر رہنے والے) کے لئے طواف وداع کرنا۔

حج میں یہ کام ممنوع ہیں۔ عمل زوجیت، بال کاٹنا، ناخن کاٹنا، خوشبو لگانا، سر اور چہرہ ڈھانپنا، سلا ہوا کپڑا پہننا، کسی دوسرے محرم کا سر مونڈھنا، حل اور حرم میں (خشکی کے) شکار کے درپے ہونا۔ (فتح القدیر جلد ۲، ص:۳۲۱)

احرام میں جائز کام: محرم حمام میں داخل ہوسکتا ہے، کسی مکان اور محل کے سائے کو حاصل کرسکتا ہے (مثلاً چھتری وغیرہ استعمال کرسکتا ہے) لیکن کوئی چیز اس کے چہرہ یا سر کو مس نہ کرے، پیسے وغیرہ رکھنے کے لئے ہمیان کمر میں باندھ سکتا ہے (احرام کی چادر پر چمڑے کی پٹی باندھ لی جاتی ہے جس میں پیسے رکھنے کے لئے بٹوہ ہوتا ہے وہ بھی اسی حکم میں ہے) منطقہ (کمر باندھنے کی پیٹی) بھی باندھ سکتا ہے، بغیر خوشبو کا سرمہ لگا سکتا ہے، ختنہ کرا سکتا ہے، فصد لگوا سکتا ہے، داڑھ نکلوا سکتا ہے، ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑوا سکتا ہے، سر یا کمر کو کھجا سکتا ہے لیکن اس احتیاط سے کہ بال نہ اکھڑیں، اگر تین بال اکھڑ جائیں تو ایک مٹھی طعام صدقہ کردے۔ احرام باندھنے سے قبل غسل کرنا اور بدن پر خوشبو لگانا جائز ہے خواہ بعد میں خوشبو آتی رہے۔

احرام میں مستحب کام: محرم بہ کثرت تلبیہ پڑھے لبیک اللھم لبیک ...جب نماز پڑھے یا جب کسی بلندی پر چڑھے یا کسی وادی سے اترے، یا سواروں سے ملے، یا سحری کا وقت ہو تو تلبیہ پڑھے۔ جب مکہ میں داخل ہو تو پہلے مسجد حرام میں باب السلام سے داخل ہو جب کعبہ کو دیکھے تو تین بار تکبیر اور کلمہ طیبہ پڑھے، کعبہ پر پہلی نظر پڑتے ہی دعا کرے، اس وقت کی دعا مقبول ہوتی ہے اور یہ دعا بھی کرے اے اللہ ہمارے دلوں میں کعبہ کی محبت اس کی تعظیم اور اس کی ہیبت کو زیادہ کر۔

عـــــمـــــرہ

عمرہ کا لغوی معنی ہے زیارت اور اس کا شرعی معنی ہے بیت اللہ کی زیارت کرنا، عمرہ ادا کرنا سنت ہے۔ اس میں میقات سے احرام باندھنا، کعبہ کا طواف کرنا، صفا اور مروہ میں سعی کرنا اور حلق یا قصر کرنا واجب ہے اور احرام باندھنا شرط ہے اور طواف کا اکثر حصہ فرض ہے۔ (مراقی الفلاح)

عمرہ کرنے کا طریقہ: غیر کی میقات سے عمرہ کا احرام باندھ لے، پاکستان کے رہنے والے ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں اس لئے وہ اپنے گھر میں غسل کر کے احرام باندھ لیں، اور ائیر پورٹ کے لاؤنج میں دو رکعت نماز پڑھ کر عمرہ کی نیت کرلیں: اے اللہ میں نے عمرہ کا ارادہ کیا ہے اس کو میرے لئے آسان کردے اور میری طرف سے قبول فرما، پھر راستہ میں بہ کثرت تلبیہ پڑھے

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ ......

مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ ادا کرے یعنی بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کرے اس طواف میں اضطباع کرے (احرام کی اُوپر والی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے کے اُوپر ڈال دے یہ اضطباع صرف طواف کے وقت ہوگا (لیکن اکثر حاجی میقات ہی سے دایاں کندھا ننگا رکھتے ہیں یہ خلاف سنت ہے) پہلے تین چکروں میں رمل کرے (کندھے ہلا ہلا کر دوڑتے ہوئے طواف کرے جب بھی حجر اسود کے سامنے سے گذرے تو

اگر ممکن ہو تو اُس کو بوسہ دے، ورنہ اس کی طرف منہ کر کے دونوں ہتھیلیاں اس طرح کرے جیسے اس پر رکھ رہا ہے، اور الله اکبر الله اکبر لااله إلا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد پڑھے اور نبی ﷺ پر صلوۃ وسلام پڑھے، پھر اپنی ہتھیلیوں کو بوسہ دے، جب رکن یمانی کے پاس سے گذرے تو اُس کو بھی چھو کر اس کی تعظیم کرے، اس کو بوسہ دینے میں فقہاء احناف کے دو قول ہیں ایک قول منع کا ہے اور ایک قول جواز کا، اگر اس کی تعظیم نہ کر سکے تو پھر اس کے قائم مقام ہاتھ سے اشارہ کرنا مشروع نہیں۔ حجر اسود کی تعظیم کے ساتھ طواف ختم کرے پھر مقام ابراہیم کے پاس (یا حرم میں جہاں بھی جگہ ملے) دو رکعت نفل پڑھے اس کے بعد سعی کے سات چکر لگائے۔

سعی صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے، صفا پر چڑھ کر کعبہ کی طرف منہ کر کے الله اکبر الله اکبر لااله إلا اللهُ وَاللهُ اَکْبَرُ اَللهُ اکبرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (یا بسم اللہ اللہ اکبر) پڑھے اور نبی ﷺ پر صلوۃ وسلام پڑھے، پھر دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کرے، پھر مروہ کی طرف روانہ ہو راستہ میں دو سبز نشانوں کے درمیان سے دوڑتا ہوا گذرے (عورت عام رفتار سے چلے گی)، طواف اور سعی کے دوران اُس کو جو دعائیں اور اذکار یاد ہوں اُن کو خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھتا رہے۔

صفا اور مروہ میں طواف مکمل کرنے کے بعد محرم سر کے بال کٹوا لے یا منڈوا لے، اب اُس کا عمرہ مکمل ہو گیا اور وہ احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو گیا لیکن پھر بھی کوئی گناہ نہ کرے، فحش باتیں نہ کرے اور کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرے، آٹھ ذوالحجہ تک حسب استطاعت عمرہ کرتا رہے اور مسجد حرام میں زیادہ سے زیادہ طواف کرتا رہے، عمرہ اور طواف میں طواف کی زیادہ فضیلت ہے، مسجد حرام میں کم از کم ایک بار قرآن مجید ختم کرنا چاہئے۔

فرضیت حج کی تاریخ اور حج کی اقسام:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾، اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو﴾ (سورۃ البقرہ)

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ یہ آیت ۶ ہجری میں نازل ہوئی۔ (فتح القدیر جلد ۲ص:۳۲۵)

محدث علی قاری صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ فرضیت حج کی تاریخ میں اختلاف ہے ۵ ہجری، ۶ ہجری، ۹ ہجری- ۸ ہجری میں حضرت عتاب بن اسید نے مسلمانوں کو حج کرایا، ۹ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق نے اور دس ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے حج کرایا۔

(مرقات شرح مشکوۃ جلد ۵ص:۲۶۳)

﴿حج کی اقسام﴾

حج کی تین قسمیں ہیں (۱) حج افراد (۲) حج تمتع (۳) حج قران

(۱) حج افراد: جس میں صرف مناسکِ حج ادا کئے جائیں اور اس سے پہلے عمرہ نہ کیا جائے، یہ صرف اہل مکہ اہل حرم اور اہل حل یعنی میقات کے اندر رہنے والوں کے لئے ہے یہ لوگ حج تمتع اور حج قران نہیں کر سکتے اور آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والوں کے لئے تینوں اقسام کا اختیار ہے۔ حج افراد والا حج سے فارغ ہونے سے قبل احرام نہیں کھول سکتا اور حج افراد میں قربانی واجب نہیں ہے۔

(۲) حج تمتع: میقات سے عمرہ کا احرام باندھ لیا جائے اور عمرہ کرنے کے بعد سر کے بال کٹوا کر یا منڈوا کر حلال ہو جائے اور پھر آٹھ تاریخ کو حج کا احرام باندھ لے، اور مناسک حج ادا کرنے کے بعد حلال ہو جائے اور اس میں قربانی واجب ہے۔

(۳) حج قران: میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا جائے اور عمرہ ادا کرنے کے بعد احرام کو برقرار رکھا جائے،

پھر اسی احرام کے ساتھ حج کرے اور مناسک حج ادا کرنے کے بعد سر کے بال کٹوایا منڈوا کر احرام کھول دے گا اور اس میں بھی قربانی واجب ہے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملائے تو وہ ایک قربانی کرے جس کو وہ آسانی کے ساتھ کر سکے اور اگر وہ قربانی نہ کر سکے تو تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات روزے جب تم لوٹ آؤ یہ کامل (دس روزے) ہیں ﴾سورۃ البقرۃ:۱۹۶

یعنی غریب آدمی جو قربانی نہ کر سکے تو وہ سات آٹھ اور نو ذوالحجہ کو تین روزے رکھے اور باقی سات روزے اپنے گھر لوٹنے کے بعد اور یہ سات روزے حج کے بعد مکہ میں بھی رکھے جا سکتے ہیں۔(قدوری ص:۱۲۷) لیکن یہ روزے ایام تشریق گزرنے کے بعد رکھے جائیں ایام تشریق میں روزے رکھنا منع ہے۔(شرح معانی آثار جلد۲ص:۲۴۴، شرح مسلم سعیدی جلد۳ص:۴۵۴) اور اگر ۹ ذوالحجہ تک یہ تین روزے نہ رکھے جاسکیں تو اس کے لئے قربانی ضروری ہوگی۔(قدوری شریف ص:۱۲۷)

حج قران اور تمتع میں کیا فرق ہے: حج قران اور تمتع میں فرق یہ ہے کہ حج تمتع والا مکہ پہنچ کر عمرہ کر کے حلق یا تقصیر کر کے احرام کھول دے گا لیکن قران والا عمرہ کرنے کے بعد حلق یا تقصیر نہیں کرا سکتا اور نہ احرام کھول سکتا ہے حج قران میں مشقت زیادہ ہے اور اس کا اجر بھی بہت زیادہ ہے، اکثر روایات کے مطابق نبی کریم ﷺ نے جو حج کیا تھا وہ حج قران تھا۔شیخ ابن قیم حنبلی نے بیس سے زیادہ صحیح اور صریح احادیث بیان کی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قران کا احرام باندھا تھا۔(زادالمعاد جلد ۱ص:۲۱۶)

تمتع یا قران صرف آفاقی کے لئے ہے: رب تعالیٰ نے فرمایا ﴿یہ حکم اُس شخص کے لئے ہے جس کے اہل وعیال مسجد حرام کے رہنے والے نہ ہوں﴾ یعنی تمتع یا قران کا جائز ہونا غیر مکی کے لئے ہے مکہ کے رہنے والوں کے لئے تمتع ہے اور نہ قران کیونکہ اسے حج کے زمانہ میں عمرہ کرنا ہی منع ہے خیال رہے کہ یہاں مسجد حرام سے پورا حرم شریف اور اس کے مضافات کا علاقہ مراد ہے لہٰذا جو کوئی میقات کی حدود کے اندر رہتا ہو (جیسے جدہ میں رہنے والے) اُس کا یہی حکم ہے کہ زمانہ حج میں عمرہ نہ کرے۔(تفسیر نور العرفان ص:۴۷)

مرد اور عورت کا احرام: مرد کے احرام کے لئے دو پاک صاف، نئی یا دھلی ہوئی چادریں ہوں ایک چادر، تہبند کی طرح باندھ لے اور دوسری چادر اوپر اوڑھ لے، سر کھلا رکھے۔عورتوں کے لئے بھی احرام کے وہی احکام ہیں جو مردوں کے ہیں صرف اس قدر فرق ہے کہ عورت کا احرام اُس کے چہرے میں ہے وہ سلے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہے اور اُن کے لئے تمام بدن کی طرح سر ڈھانکنا بھی ضروری ہے (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: احرام والی عورت نقاب ڈالے اور نہ دستانے پہنے۔(بخاری حدیث:۱۸۳۸)

اگر کسی سے پردہ کرنا درکار ہو تو کسی کی آڑ میں ہو جائیں یا نامحرم کے سامنے کوئی پنکھا وغیرہ منہ سے بچا ہوا رکھے) عورت اتنی آواز سے لبیک نہ کہے کہ نامحرم سنے ہاں اتنی آواز ہر پڑھنے میں ہمیشہ سب کو ضرور ہے کہ اپنے کان تک آواز آئے۔

(نیز بال گرنے کے اندیشے سے سر پر ایک سفید رومال باندھ لینا چاہئے عورتوں کے لئے حالت احرام میں سر ڈھانکنا واجب ہے بالوں کو ٹھیک کرنے کے لئے یا وضو کے مسح کے لئے یا کسی اہم ضرورت کے وقت عورتیں اپنا سر کھول سکتی ہیں لیکن وضو کے بعد فوراً پھر سے احرام باندھ لینا ضروری ہے۔)

عورت احرام باندھنے کے وقت ماہواری سے ہو تو بھی غسل کر کے احرام باندھ کر حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لے نفل نہیں پڑھ سکتی اور نہ مسجد میں داخل ہو سکتی ہے مکہ پہنچ کر طواف اور سعی نہ کرے جب تک پاک صاف ہو کر دوبارہ غسل نہ کر لے اسی طرح اگر کسی عورت کے ہاں ولادت ہو جائے تو وہ بھی حائضہ کی طرح غسل کر کے احرام باندھ سکتی ہے۔حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں حضور ﷺ کے حج

والے سال میقات مدینہ ذوالحلیفہ پر حضرت اسماء زوجہ ابوبکر رضی اللہ عنہا کے ہاں محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرایا اب میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: غسل کرو اور کپڑے کا لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ لو۔ (مسلم۔۱۲۱۸) اگر عورت مکہ پہنچ کر حج کے ایام تک ماہواری سے فارغ نہ ہو تو وہ عمرہ ترک کردے اور حج کا احرام باندھ کر حج پر چلی جائے اور عمرہ حج کے بعد ادا کرے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ہم نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس ہدی ہے وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھے، پھر اُس وقت تک احرام نہ کھولے جب تک حج اور عمرہ دونوں سے حلال نہیں ہو جاتا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں پھر میں مکہ میں آئی درآں حالیکہ میں حائضہ تھی۔ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور نہ صفا مروہ کی سعی کی، پھر رسول اللہ ﷺ سے اس کی شکایت کی، آپ نے فرمایا: اپنے سر کے بال کھول ڈالو، کنگھی کرو، حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ کو چھوڑ دو، فرماتی ہیں: میں نے ایسا ہی کیا۔ جب ہم نے حج کرلیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق کے ساتھ مقام تنعیم بھیجا، پھر میں نے عمرہ کیا، آپ نے فرمایا یہ تمہارے عمرہ کا بدلہ ہے۔ (بخاری حدیث:۱۵۵۶، مسلم:۱۲۱۱، مشکوٰۃ:۲۵۵۶) اسی وجہ سے اُس مسجد کا نام مسجد عائشہ ہے۔ خیال رہے کہ اگر عورت کو طواف کے بعد ایام آجائیں تو وہ سعی کر سکتی ہے اور اگر طواف سے پہلے آجائیں تو نہ طواف کر سکتی ہے نہ سعی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کا احرام باندھ کر بغیر طوافِ قدوم کئے عرفات چلی گئیں، پھر عرفات سے مزدلفہ منیٰ کے افعال سے فارغ ہو کر طوافِ زیارت کرلیا اب بھی عورت کو عارضہ آجانے پر یہی حکم ہے کہ اسے طوافِ قدوم بلکہ طوافِ وداع بھی معاف ہو جاتا ہے۔ (مراۃ شرح مشکوٰۃ:۴/۱۲۰)

حج کرنے کا طریقہ: حج کرنے والا آٹھ ذوالحجہ کو صبح کی نماز مسجد حرام میں ادا کرے حج کی نیت سے غسل کر کے احرام باندھے، دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے" اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو اس کو میرے لئے آسان کردے اور قبول فرما، اور فجر کی نماز کے بعد منیٰ کے لئے روانہ ہو جائے، اور ظہر کی نماز وہاں پہنچ کر پڑھے، حج کی سعی کو طواف پر مقدم کرنا جائز ہے۔ اس لئے آسانی اسی میں ہے کہ سات ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھ لے اور حج کی سعی کرلے اور آٹھ تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد منیٰ روانہ ہو جائے، اور بقیہ نمازیں منیٰ میں ادا کرے اور طلوعِ فجر کے بعد منیٰ سے عرفات کے لئے روانہ ہو، اگر امام کے ساتھ نماز پڑھے تو ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھے ورنہ ہر نماز اپنے وقت میں پڑھے، (مفتی نعیم الدین صاحب لکھتے ہیں: اس جمع کے لئے امام اعظم ضروری ہے اگر امام اعظم نہ ہو یا گمراہ اور بدمذہب ہو تو ہر ایک نماز علیحدہ اپنے اپنے وقت میں پڑھی جائے (تفسیر خزائن العرفان ص:۴۷)

اس کے بعد جبل رحمت کے قریب جا کر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور بلند آواز سے گڑگڑا کر دعا مانگے اور زندگی کے تمام گناہوں سے توبہ کرے، تاہم کھڑا ہونا شرط یا واجب نہیں ہے اگر بیٹھ کر دعا کی پھر بھی جائز ہے۔ اس جگہ رسول اللہ ﷺ نے وقوف فرمایا تھا یہ جگہ میدانِ عرفات کے وسط میں ہے، اگر یہاں موقع نہ ملے تو وادی عرنہ کے سوا تمام میدان عرفات موقف ہے، میدانِ عرفات میں جس جگہ بھی کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر دعا کرلی، حج ہو جائے گا (خیال رہے مسجد نمرہ جس میں نماز پڑھی جاتی ہے یہ مسجد میدانِ عرفات سے خارج ہے۔ یہ بطن عرنہ میں واقع ہے اگر کسی شخص نے لاعلمی کی وجہ سے اس مسجد میں ہی قیام کرلیا اور میدانِ عرفات نہیں گیا تو اس کا حج نہیں ہوگا) غروب آفتاب تک میدانِ عرفات میں رہنا واجب ہے، غروبِ آفتاب کے بعد میدانِ عرفات سے مزدلفہ کے لئے روانہ ہو، راستہ میں الله اکبر الله اکبر لااله إلا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكبرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْد پڑھتا رہے (یا تلبیہ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْك لَبَّيْك لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْك إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ

لَکَ حاضر ہوں الٰہی میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں بیشک تعریف ،نعمت ،ملک، تیرے ہیں تیرا کوئی شریک نہیں پڑھتا رہے) پیدل جانا مستحب ہے۔

مزدلفہ میں رات گذارنا: مزدلفہ میں مغرب کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھے، مغرب میں ادا کی نیت کرے اور اس کی سنتوں کو ترک کردے اس رات کو جاگ کر عبادت کرنا لیلۃ القدر میں جاگنے سے افضل ہے، اسی رات میں رمی کے لئے ستر یا اسی کنکریاں چن لے۔(یہ کنکریاں راستہ میں یا منی سے بھی لی جاسکتی ہیں) طلوع فجر کے بعد صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھے، اس کے بعد وقوف کرے (کھڑے ہو کر دعا کرے) وقوف کا وقت طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس تک ہے۔ خواہ اس وقت چل رہا ہو وقوف ہو جائے گا- اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ إلا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکبر وَلِلّٰہِ الْحَمْد پڑھے، تلبیہ پڑھے، درود شریف پڑھے اور دعا کرے، جب خوب روشنی پھیل جائے تو منیٰ کے لئے روانہ ہو اور جمرہ عقبہ کو رمی کرے، (وہ جمرہ جو مکہ کی جانب ہے یعنی پہلے دن پہلے اور دوسرے جمروں کو چھوڑ دے آخری جمرہ کو کنکریاں مارے) پانچ ہاتھ کے فاصلہ سے سات کنکریاں مارے، ہر کنکری مارتے وقت اللہ اکبر کہے، رمی کے بعد قربانی کرے، پھر سر کے منڈوالے یا کٹوالے، منڈوانا افضل ہے، اگر بال کٹوائے تو ایک پور کے برابر بال کٹوائے چوتھائی سر کے بال کٹوانا واجب ہے اور پورے سر کے بال کٹوانا مستحب ہے، سر منڈوانے کے بعد وہ حلال ہو گیا اور وائف سے جماع کے علاوہ اُس پر ہر چیز حلال ہوگئی، پھر ایام نحر کے تین دنوں میں سے کسی ایک دن مکہ مکرمہ جاکر طواف زیارت کرلے، اگر پہلے سعی کر چکا ہے تو اس طواف میں رمل نہیں کرے گا، اور اگر پہلے سعی نہیں کی تو پہلے تین چکروں میں رمل کرے گا اور سات چکر پورے کرے، دو رکعت نماز طواف پڑھے گا اور اس کے بعد سعی کرے گا، طواف زیارت کے بعد اس پر وائف بھی حلال ہو جائے گی- اگر اس نے طواف زیارت کو قربانی کے تین دنوں کے بعد کیا تو یہ فعل مکروہ تحریمی ہے اور اس پر دم لازم آئے گا، (طواف زیارت کا وقت ساری عمر ہے) وقوف عرفات اور طواف زیارت کرنے کے بعد حج کے ارکان ادا ہو گئے، وقوف مزدلفہ، حج کی سعی اور رمی جمار واجب ہیں، ان میں سے کسی ایک کے بھی ترک سے دم لازم آئے گا، دس ذوالحجہ کو طواف زیارت کرنے کے بعد منی لوٹ آئے اور رات وہاں گذارے، اور گیارہ تاریخ کو زوال کے بعد تینوں جمرات پر رمی کرے اور ہر جمرہ پر سات سات کنکریاں مارے، پھر بارہ تاریخ کو اسی طرح کنکریاں مارے-دس تاریخ کو رمی کرنے کا وقت فجر سے غروب تک ہے اور گیارہ اور بارہ تاریخ کو زوال سے لے کر غروب تک ہے، تیرہ تاریخ کو طلوع فجر سے پہلے منی سے مکہ روانہ ہو سکتا ہے اور تیرہ تاریخ کی فجر کو پالیا تو پھر اس دن کی رمی کرنی ہوگی- جب مکہ مکرمہ سے روانہ ہونے کا ارادہ کرے تو الوداعی طواف کرے اس کو طواف صدر کہتے ہیں یہ طواف (آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والوں کے لئے) واجب ہے (عورت نے اگر طواف زیارت کرلیا ہو اور روانگی کے وقت اُس کو ماہواری آجائے تو اُس کو طواف الوداع معاف ہے)، افتتاحی طواف کو طواف قدوم کہتے ہیں یہ مستحب ہے، طواف زیارت فرض ہے اور وداع یا طواف صدر واجب ہے-طواف وداع کرنے کے بعد حج کے تمام ارکان اور واجبات ادا ہو گئے اور حج مکمل ہو گیا، اس کے بعد مدینہ منورہ کا سفر کرے۔

(مراقی الفلاح ص،۴۳۸) تفسیر تبیان القرآن سعیدی جلد اص:۷۵۹-۷۶۲ کتاب الحج (قدوری)

حج قران: اور قران کی تفصیل یہ ہے کہ میقات سے حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھا جائے اور نماز کے بعد یہ کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ مُخْلِصاً لِلّٰہِ تعالی الٰہی میں حج اور عمرہ کرنا چاہتا ہوں تو ان دونوں کو میرے لئے آسان کردے اور ان کو میری طرف سے قبول فرما یا اس طرح کہے لبیک عمرۃ وحجا پھر جب مکہ میں داخل ہو تو طواف

شروع کرے یعنی خانہ کعبہ کے سات چکر لگائے پہلے تین پھیروں میں رمل کرے اور باقی تین پھیروں میں عام چال سے چلے اور اس کے بعد صفا مروہ کے درمیان سعی کرے اور یہ افعال عمرہ کے ہیں۔ پھر سعی کے بعد طواف قدوم کرلے اور حج قران کے لئے صفا و مروہ کی سعی بھی کرلے جیسا کہ ہم حج مفرد کے حق میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ (اور حج و عمرہ کے درمیان سر نہ منڈائے بلکہ قربانی کے دن سر منڈائے)

پھر جب قربانی کے دن جمرہ عقبہ پر کنکریاں مار چکے تو بکری یا ایک گائے یا ایک اونٹ ذبح کرے یا اونٹ یا گائے کے ساتویں حصہ میں شریک ہو پس یہ دم قران کا ہے۔ اگر اس کے پاس کوئی جانور ذبح کرنے کو نہیں ہے تو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے اس طرح کہ آخر روزہ عرفہ کے دن کا ہو۔ اگر روزے نہیں رکھ سکا یہاں تک کہ قربانی کا دن آ گیا تو اب اس کے لئے سوائے دم قران کے اور کوئی چیز کافی نہ ہوگی پھر (یعنی ایام تشریق گذر جانے کے بعد) اپنے گھر آ کر سات روزے رکھے اور اگر ان روزوں کو حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ ہی میں رکھ لے تب بھی جائز ہے۔ اگر کوئی قارن (یعنی حج قران والا مکہ میں نہیں گیا اور عرفات چلا گیا تو وقوف کی وجہ سے وہ عمرہ کا تارک ہو گیا اور دم قران بھی اس سے ساقط ہو گیا۔ اور عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے ایک اور دم اس پر لازم ہے اور اس عمرہ کی قضا کرنی بھی اس پر لازم ہے۔

حج تمتع: ہمارے نزدیک (ظاہر روایت میں) تمتع افراد سے افضل ہے اور متمتع (یعنی حج تمتع کرنے والے) کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو ہدی لے جائے دوسرا وہ جو ہدی نہ لے جائے اور حج تمتع کا طریقہ یہ ہے کہ حاجی میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو اور عمرہ کے لئے طواف کرے اور (صفا مروہ کے درمیان) سعی کرے اور (اس کے بعد) سر منڈوا کر یا بال کتروا کر اپنے عمرہ سے حلال ہو جائے اور طواف شروع وقت وقت تلبیہ کہنا چھوڑ دے۔ (یعنی حجر اسود کا استلام کرنے کے بعد) اور حلال ہو کر مکہ میں ٹھہرا رہے پھر جب یوم ترویہ آئے تو مسجد حرام سے احرام باندھے اور جس طرح (فقط) حج کرنے والا کرتا ہے اسی طرح یہ بھی کرے اور تمتع کا دم اس پر لازم ہے پس اگر دم میسر نہ ہو تو حج (کے دنوں) میں تین روزے رکھے اور سات روزے گھر آ کر رکھے۔ اور اگر کوئی متمتع ہدی ساتھ لے جانا چاہے تو وہ (عمرہ کا) احرام باندھ کر اپنی ہدی کو لے جائے پس اگر ہدی اونٹ ہے تو اُس کی گردن میں پرانا مشکیزہ یا پرانے جوتے ڈال دے، اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک اونٹ کو اشعار کردے اور اشعار کے معنی یہ ہیں کہ اس کی دائیں جانب سے اس کے کوہان میں زخم کردے (اور اولیٰ یہ ہے کہ بائیں جانب میں زخم کرے) اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اشعار نہ کرے (اسی پر فتویٰ ہے) اور امام صاحب نے اصل اشعار کو مکروہ نہیں کہا بلکہ اپنے زمانہ کے اشعار کو مکروہ فرمایا تھا کیونکہ وہ لوگ ایسا زخم کرتے تھے کہ اونٹ کے مرجانے کا اندیشہ تھا لیکن اگر کوئی اشعار کے معنی سے بخوبی واقف ہو کہ فقط کھال ہی کٹے گوشت تک نوبت نہ پہنچے تو اس میں کچھ حرج نہیں) پس جب مکہ میں داخل ہو تو طواف کرے اور سعی کرے اور حلال نہ ہو یہاں تک کہ ترویہ کے دن حج کا احرام باندھے اور اگر اس سے پہلے احرام باندھ لیا تب بھی جائز ہے اور اس پر تمتع کا دم لازم ہے۔ پس جب قربانی کے دن سر منڈوائے گا تو دونوں احراموں سے حلال ہو جائے گا اور اہل مکہ کے لئے تمتع ہے اور نہ قران بلکہ ان کے لئے حج افراد خاص ہے۔

مفتی نعیم الدین مراد آبادی سورہ بقرہ کی آیت (۱۹۶) کی تفسیر میں لکھتے ہیں اہل مکہ کے لئے نہ تمتع ہے نہ قران اور حدود میقات کے اندر رہنے والے اہل مکہ میں داخل ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان ص ۴۶) اور اگر متمتع اپنے عمرہ سے فارغ ہو کر اپنے شہر کو چلا گیا اور وہ ہدی نہیں لے گیا تھا تو اُس کا تمتع باطل ہو گیا (اور اگر ہدی لے گیا تھا تو تمتع باطل نہیں ہوگا) اور اگر کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور اُس کے طواف کے چار پھیروں سے ابھی کم کیے پھر حج کا مہینہ داخل ہو گیا تو ان سے ان پھیروں کو پورا کر دیا (یعنی پورے سات پھیرے کر لئے) اور حج کا احرام

باندھ لیا تو یہ شخص متمتع ہو جائے گا، اگر کسی نے حج کے مہینوں سے پہلے اپنے طواف کے چار پھیرے یا اس سے زائد کر لئے تھے پھر اسی سال اُس نے حج کیا تو وہ متمتع نہ ہوگا۔ حج کے مہینے یہ ہیں شوال ذوالقعدہ اوردس روز ذی الحجہ کے، اگر کسی نے ان سے پہلے حج کا احرام باندھ لیا تو تب بھی جائز ہے اور اس کا حج درست ہو جائے گا (لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے (تفسیر خزائن العرفان ص ۴۶)

س کیا عورت کو بھی رمی کرنا ضروری ہے؟

ج جی ہاں اگر نہیں کرے گی تو دم واجب ہوگا۔

س اگر عورت کسی کو وکیل کر دے تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟

ج عورت ہو یا مرد اس وقت تک کسی کو وکیل نہیں کر سکتے، جب تک اس قدر مریض نہ ہو جائیں کہ سواری پر جمرہ تک نہ پہنچ سکیں، اگر اس قدر بیمار نہیں ہیں پھر بھی کسی مرد یا عورت نے دوسرے کو وکیل کر دیا اور خود رمی نہیں کی تو دم واجب ہو جائے گا۔

س اگر کسی دن کی رمی رہ گئی تو کیا کفارہ ہے؟

ج دم واجب ہو گیا۔

س دسویں کی رمی کے بعد اگر جدہ شریف میں جا کر تمتع کی قربانی اور حلق کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ج نہیں کر سکتے، کیونکہ جدہ حدود حرم سے باہر ہے جب کہ تمتع اور قران کی قربانی اور حلق کا حدود حرم میں ہونا واجب ہے۔ لہذا اگر یہ دونوں جدہ میں کریں گے تو دو دم واجب ہو جائیں گے۔

بعض لوگ قینچی سے چند بال کاٹ لیتے ہیں اس طرح تقصیر نہیں ہوتا اور احرام کی پابندیاں بھی ختم نہیں ہوتیں۔ کم از کم چوتھائی سر کا ہر بال ایک انگلی کے پورے کے برابر کٹنا واجب ہے۔ جب احرام سے باہر ہونے کا وقت آ گیا تو اب محرم اپنا یا دوسرے کا سر مونڈھ سکتا ہے اگر چہ دوسرا ابھی محرم ہو۔ (رفیق الحرمین ص ۱۲۲)

س اگر مکہ میں کام کرنے والے یا وہاں کے باشندے ،،طائف،، جائیں تو اب واپسی پر انہیں حج یا عمرے کا احرام باندھنا ضروری ہے یا نہیں؟

ج اہل مکہ اگر کسی کام سے ،،حدود حرم سے باہر مگر میقات کے اندر جائیں (مثلاً جدہ) تو انہیں واپسی کے لئے احرام کی حاجت نہیں اور اگر میقات سے باہر جائیں مثلاً مدینہ منورہ وغیرہ تو اب بغیر احرام کے واپس آنا جائز نہیں۔ (عالمگیری، درمختار)

س اگر کوئی جدہ میں کام کرتا ہو تو اپنے وطن پاکستان سے جدہ آیا تو کیا احرام لازمی ہے؟

ج اگر نیت ہی جدہ جانے کی ہے تو اب احرام کی حاجت نہیں بلکہ اب جدہ سے مکہ شریف بھی بغیر احرام کے جا سکتا ہے۔ لہذا جو شخص حرم شریف میں بغیر احرام جانا چاہتا ہو وہ حیلہ کر سکتا ہے بشرطیکہ واقعی اس کا ارادہ پہلے جدہ جانے کا ہو اور مکہ معظمہ حج اور عمرہ کے ارادے سے نہ جاتا ہو مثلاً تجارت کے لئے جدہ جاتا ہے اور وہاں سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ کا ارادہ کیا۔ اگر پہلے ہی مکہ مکرمہ کا ارادہ ہے تو بغیر احرام نہیں جا سکتا۔ (درمختار)

-----☆☆☆☆-----

حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی

ادب آموزی

حضور مظہر اسلام علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نوجوانے را چو بینم بے ادب

من تاریک می گردد چو شب (اقبال علیہ الرحمہ)

یعنی جب میں کسی نوجوان کو بے ادب دیکھتا ہوں تو میرا دن، رات کی طرح تاریک ہو جاتا ہے (کیونکہ یہ اس کے بلکہ قوم کے تاریک مستقبل کی علامت ہے)

یہ رونا صرف حکیم الامت حضرت اقبال کا نہیں، حقیقت یہ ہے کہ قوم کا ہر باشعور خیر خواہ اس صورت حال سے پریشان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی، اس کے حبیب پاک سرور لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی، اس کی کتاب کی، اس کے دین کی اگر عظمت دل میں ہو تو بندہ مومن سراپا ادب و تعظیم بن جائے گا اور اگر معاذ اللہ دل ہی اس عظمت سے خالی ہو تو ادب و تعظیم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رہ گیا یہ سوال کہ ادب سے خالی ہونے کی صورت میں 'ایمان' کی پہچان کس طرح ہوگی؟ کسی طرح نہیں۔ لامحالہ ماننا ہوگا کہ ایمان کی سب سے بڑی علامت ہی تعظیم ہے اور جو جس عظمت کا حامل ہے، اتنا ہی اس کا ادب ضروری ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہے کیونکہ وہ سب سے بڑا ہے اور سب سے بڑی تعظیم یعنی عبادت بھی اسی کے لئے ہونی چاہئے۔ ادب کا نہ ہونا عظمت پر ایمان نہ ہونے کی سب سے نمایاں دلیل ہے۔ دوسرے لفظوں میں ادب دراصل کسی کو صاحب عظمت ماننے کا عملی اظہار ہے۔

ایمان جوں جوں پختہ اور مضبوط ہوتا جائے گا، انسان خود بخود ادب کے سانچے میں ڈھلتا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی ادب کے سانچے میں ڈھلتا جاتا ہے تو گویا ایمان میں ترقی کر رہا ہے۔ آج کے دور میں ملت اسلامیہ ادب سے بے نیاز ہوتی جارہی ہے۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ دین سے دور ہوتی جارہی ہے اور اسلام دشمنوں کا خطرناک منصوبہ بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کو بے ادب کر کے بے دین کیا جائے یا کم از کم ان کے دل سے 'دین' کا احساس نکال دیا جائے۔ سچا مسلمان رہنما اور دین کا مخلص خیر خواہ اس صورت حال سے بے چین ہے۔ مسلمانوں کے تعلیمی ادارے نوجوانوں کی دینی و ملی تربیت کی اہمیت کا شعور نہیں رکھتے اور برسر اقتدار طبقہ بھی معاذ اللہ اپنے دین مخالف غیر ملکی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے نئی نسل کو لہو لعب میں الجھانا

ضروری سمجھتا ہے۔ کس قدر دکھ کی بات ہے کہ اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والے ملک میں آوارگی وفحاشی کا سیلاب لا کر دل ونگاہ کو ویران کیا جا رہا ہے اور جو لوگ اس 'زہر' کی ہلاکت انگیزیوں کی سمجھتے ہیں بے بس ہیں۔ مسلمان قوم کی تربیت کا سب سے اہم عنوان ہی ایمان کے بعد ادب ہے اور خدا کا شکر ہے کفر کی تمام سازشوں کے باوجود 'اسلام' ابھی زندہ ہے اور 'ادب' کا چراغ بھی کچھ نہ کچھ روشن ہے۔ بزرگانِ دین، علماء حق اور نیک دل اساتذہ و والدین کی کوششوں سے ادب صفحۂ ہستی پر اب تک موجود ہے اور اس کا مظاہرہ جاری ہے اگر چہ دوسرے ہی نہیں، بعض دفعہ اپنے بھی ادب کی ان اداؤں پر حیران و پریشان رہ جاتے ہیں۔ انہیں ادب ناشناس ہونے پر کوئی حیرت نہیں ہوتی البتہ اپنے سامنے ادب کا کوئی مظاہرہ دیکھ لیں تو اس کے درپے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ 'بے ادبوں' کو ڈانٹنے کو جرات تو شاید کوئی نہ کرے مگر ادب والوں کو روکنے کے لئے کتنے جتن ہو رہے ہیں۔ مثلاً حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا اسم شریف اذان میں سن کر انگوٹھے چومنا ادب کی ایک صورت ہے۔ (اور اس کی فضیلت احادیث سے ثابت ہے) آپ نے کئی بار دیکھا ہوگا کہ اس موقع پر انگوٹھے چومنے والا خاموشی سے یہ رسم تعظیم ادا کر لیتا ہے، اور کسی نہ چومنے والے سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا مگر جو شخص اس طرز ادب سے بے گانہ ہے، دوسروں کو بھی بیگانہ کرنا چاہتا ہے۔ سچ فرمایا حضرت اقبال علیہ الرحمہ نے:

عصرِ ما مارا ز ما بیگانہ کرد　　　از جمالِ مصطفٰے بیگانہ کرد

اسی طرح بعض لوگ قرآن پاک کو وضو کئے بغیر چھونے میں کوئی وقت محسوس نہیں کرتے حتیٰ کہ بڑی بے تکلفی بے وضو ہی سکولوں کالجوں میں پڑھتے پڑھاتے ہیں (حالانکہ خود قرآن پاک میں اس کی ممانعت ہے: **لا یمسه الا المطهرون**) اگر کوئی انہیں باز رکھنے کی کوشش کرے تو خود کو وسیع القلب اور ادب کرنے والے کو تنگ نظر قرار دیتے ہیں۔

بزرگوں کی دست بوسی کرنے والے نے شاید ہی کسی کو 'دست بوسی' کی دعوت دی ہو مگر دست بوسی نہ کرنے والا کسی کو دست بوسی کرتا دیکھے تو سراپا احتجاج بن جاتا ہے اور قدم بوسی پر طوفان کھڑا کر دیتا ہے۔

صورت حال کی اس نزاکت کو واضح کرنے کرنے کے لئے بیسیوں مثالیں دی جا سکتی ہیں اور وہ بھی روزمرہ کے مشاہدات سے۔ پھر اس سے بھی بڑی مصیبت یہ ہے کہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ، حالات مزید ابتر ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسے زمانے میں اہلِ ادب کو ادب کی اشاعت و 'حفاظت' کے لئے حتیٰ المقدور سارا زور لگا دینا چاہئے۔

خدا تعالیٰ کے نامِ پاک کا، حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا، قرآن پاک کا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام کا، اولیاء اللہ کا، مشائخ و اساتذہ کا، والدین اور دوسرے بزرگوں کا، اسلامی شعائر و احکام کا ادب و احترام دلوں میں جاگزیں کرنے کی سرتوڑ کوشش کرنی چاہیے۔ قرآن پاک اور سنت مطاہرہ کا ادب یہیں تک محدود نہیں کہ ان کے اوراق کو چوم کر کسی طاقچے میں بڑی تعظیم کے ساتھ رکھ دیا جائے بلکہ ان کی تعلیمات پر عمل ادب ہی کی بہترین صورت ہے۔ مثلاً کتاب و سنت کی معاشرتی تعلیمات کا ایک اہم عنوان ہے والدین کی تعظیم وخدمت۔ ایک شخص اگر اس شق پر عمل پیرا نہیں تو والدین ہی کا گستاخ نہیں بلکہ کسی حد تک کتاب و سنت کی نافرمانی و بے ادبی کا بھی مرتکب ہو رہا ہے۔ غرض جوں جوں 'بے ادبی' کی ظلمت پھیلتی جا رہی ہے، توں توں اہل حق کو 'ادب' کی اشاعت کر کے فضا کو منور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہو سکتا ہے ان پاکیزہ کوششوں سے دلوں میں ادب 'بیدار' ہو جائے، اور اس کے ساتھ ہی قوم اور اس کا بخت بھی بیدار ہوتا جائے۔

سیدی ومولائی حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ سراپا 'ادب' تھے۔ حضور شاہِ لاثانی قدس سرہ نے انھیں 'ادب' سکھایا تھا لہٰذا ادب کے وہ نازک ترین گوشے اور تقاضے بھی آپ کی نظر سے مخفی نہیں تھے، جن تک عموماً بڑے بڑے اہلِ علم کی نظر بھی نہیں پہنچتی۔ آپ کو باتیں کرتے رہنے کی عادت نہیں تھی (اور یہ بھی کسی محبوب کی دائمی حاضری اور ادب کی وجہ سے تھا) آپ کا عمل ہی اہلِ فکر ونظر کے لئے بہت سبق آموز تھا۔ ہاں زبان سے سمجھانے کی ضرورت ہوتی تو اس سے بھی دریغ نہیں فرماتے تھے۔ ذیل میں حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ کے ارشادات وتعلیمات کا کچھ حصہ نذر قارئین کیا جاتا ہے تاکہ اس مردِ حقانی کی سیرت کا نہایت حسین پہلو آنکھوں میں ابھرنے لگے۔

ان آداب کا تعلق معاشرت سے بھی ہے اور مذہبی شعائر سے بھی۔ معاشرت میں مشائخ، اساتذہ، والدین اور بڑی عمر کے دوسرے لوگ شامل ہیں۔ ان سب کے ادب واحترام کی تلقین خود کتاب وسنت میں کی گئی ہے۔ حدیث پاک کے الفاظ

من لم یوقر کبیرنا ولم یرحم صغیرنا فلیس منا

ترجمہ: جو ہمارے بڑے کا ادب نہ کرے اور ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے سو وہ ہم میں سے نہیں۔

کس قدر تاکیدی انداز میں بے ادب لوگوں کا بارگاہ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے دور ہونے کی وعید سنائی جارہی ہے۔ سیدی حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ نے ان معاشرتی آداب پر بھی زور دیا اور اسلامی شعائر بلکہ ان سے تعلق رکھنی والی اشیاء کا ادب بھی سکھایا۔ ان کے علاوہ بعض اوقات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کھانے پینے وغیرہ امور میں جو سنتیں قائم کیں ہیں، انہیں بھی آداب کا نام دیا جاتا ہے مثلاً کھانے کے آداب۔ ہمارے مرشد برحق علیہ الرحمہ آداب کے اس پہلو سے بھی غافل نہیں تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سلسلے میں آپ شریعت مطہرہ پر عمل اور احتیاط وسیع المطالعہ حضرات کے لئے بھی باعثِ حیرت ہوتی تھی۔ ذیل میں کچھ تفصیل دیکھئے

معاشرتی آداب: حضور قبلہ عالم نقشِ لاثانی قدس سرہ معاشرے میں امن وامان اس کی ترقی کے لئے بڑا ضروری جانتے تھے اور آپس میں سر پھٹول اور باہمی انتشار کو ازحد نقصان دہ خیال فرماتے تھے۔ یارانِ طریقت بلکہ دوسرے لوگ بھی اپنے لڑائی جھگڑوں میں آپ سے صلح کرانے کی درخواست کرتے تو حضور بعض اہم مصروفیات سے بھی وقت نکال لیتے اور دو خاندانوں کو یکجا کرنے کی کوشش کو ترجیح دیتے۔ چنانچہ مجھے خود یاد ہے بعض دفعہ قاتل ومقتول کے وارثوں کو قرآنی عدل واحسان کی روشنی میں اس طرح محبت کے رشتے میں پرو دیتے کہ ان کے سارے زخم بھر جاتے۔ اس قسم کے معاملات میں کسی فریق کی حق تلفی کو قطعاً برداشت نہیں کرتے تھے۔ مگر ایسا کیس کچہری میں چل رہا ہوتا تو دو دو تین تین وکلاء سے مشورہ کر کے قانونی پہلوؤں پر دنوں تک غور وخوض جاری رہتا اور کسی بھی فریق کو نقصان نہ پہنچنے دیا جاتا۔ صلح صفائی کے بعد جو عالم دین حاضر خدمت ہوتے، حضور نقشِ لاثانی کے حسب الارشاد اس موضوع پر کتاب وسنت کی روشنی ڈالتے اور اس کارِ خیر کے دنیوی اور اخروی فوائد بیان کرتے۔ کنگرہ موڑ کے علاقے میں ایک بار میرے سامنے حضور نے ایک قتل کیس کے فریقین کو بلا کر صلح کرائی اور بعد میں مجھے اس (صلح) کی برکات بیان کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

'عدل' کے بارے میں حضور اتنے محتاط تھے کہ عام آدمی اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ ایک بار جب آپ کو سرکاری طور پر جیوری کے ارکان میں شامل کیا گیا تھا، بدوملہی کے علاقے میں ایک شخص پر قتل کا الزام تھا۔ جیوری کے اجلاس میں سب رکن اسے قاتل قرار دے رہے تھے مگر حضور ان

کے دلائل پر مطمئن نہیں ہوئے۔ اس سے اگلے اجلاس میں بھی یہی صورتحال تھی۔ خدا کی قدرت تیسرے اجلاس سے پہلے ہی کچھ ایسے شواہد سامنے آگئے جن سے الزام کا غلط ہونا بالکل ظاہر ہوگیا اور یوں آپ کی احتیاط اور دوراندیشی سے ایک بیگناہ شخص کی جان بچ گئی۔

کبھی کبھی حضور نقشِ لاثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں ایسے مقدمات بھی پیش ہوتے تھے جن میں مدعی غریب اور مدعا علیہ امیر آدمی ہونے کے ساتھ ساتھ نمایاں طور پر دربار عالی کے مقرب خدام میں بھی شمار ہوتا تھا۔ مگر آپ فیصلہ کرتے وقت صرف 'عدل' کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے اور جو حق پر ہوتا اس کے حق میں فیصلہ صادر فرمادیتے۔ چنانچہ اس قسم کے واقعات بھی میرے حافظے کی امانت تو ہیں، مگر انہیں بیان کرنا مناسب نہیں۔ معاشرتی اصلاح کی مندرجہ بالا کوششوں کے علاوہ، جیسا کہ تمہید میں گزرا، آپ بزرگوں کی تعظیم بڑے اہتمام سے سکھاتے تھے۔ اور جو شخص اپنے شیخ، اپنی ماں یا باپ کے سخت رویے کے خلاف شکایت کرتا، آپ اسی کو معافی مانگنے کی تلقین فرماتے۔ اگر کوئی شخص عرض کرتا کہ حضور وہ معاف نہیں فرماتے تو پھر اسے بیش از بیش معافی مانگنے کی تلقین ہی فرماتے اور اپنے مخصوص خلوص اور درد بھرے الفاظ میں بزرگوں کے حقوق کی عظمت اجاگر کرتے۔ کبھی یہاں تک بھی فرمادیتے 'میرے پاؤں ساتھ نہیں دیتے ورنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر میں خود آپ کے لئے معافی مانگتا'۔ چنانچہ مجھے خوب یاد ہے۔ جناح اسلامیہ کالج سیالکوٹ میں ایک کلرک محمد ادریس صاحب ہوا کرتے تھے۔ وہ میرے ساتھ دربار شریف حاضر ہوکر وابستہ دامن ہوئے۔ ان کے دوست گجرات میں رہتے تھے جن کے پیر صاحب عین حج کے موقع پر ان سے مکہ معظمہ میں ناراض ہوگئے اور کسی صورت میں راضی ہونے میں نہیں آتے تھے۔ محمد ادریس صاحب کے ساتھ دربار شریف حاضر ہوکر انہوں نے اپنی ساری سرگزشت حضور نقشِ لاثانی قدس سرہٗ کو سنائی اور توجہ کی درخواست کی۔ حضور نے انہیں بھی معافی مانگنے کی ہی تلقین فرمائی اور جب وہ ان کے معافی نہ دینے کی بات بار بار کرنے لگے تو یہی فرمایا 'میں خود ان بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کے لئے معافی طلب کرتا مگر کیا کروں پاؤں ساتھ نہیں دیتے'۔

والد ماجد سے معافی: صوفی منظور احمد صاحب نقشبندی (نقشبندی فریشرز، لاہور) اپنی روداد سناتے ہیں:

'ہمارے والد صاحب ہماری ناقص سوچ کے مطابق سخت مزاج ہیں۔ بیعت ہوئے تو حضور نقشِ لاثانی قدس سرہٗ نے دل پر اپنا نقش جمالیا۔ گھریلو معاملات کی شکایت لے کر دربار شریف حاضر ہوتا تو

رنج و غم بھول گئے دیکھ کے صورت تیری

والا معاملہ ہوتا۔ ایک بار بیگم صاحبہ میرے ساتھ دربار اقدس میں حاضر ہوئیں تاکہ خود شرح و بسط سے اپنا مقدمہ پیش کریں۔ چنانچہ روضہ سرکار لاثانی قدس سرہٗ پر حاضری دینے کے بعد جب آپ کے حجرۂ مقدسہ میں داخل ہوکر سلام عرض کیا تو جواب دے کر فرمایا 'منظور صاحب! کیسے تشریف لائے' (یہ تھا غلاموں کے ساتھ شہنشاہِ طریقت کا طرزِ خطابت) عرض کیا 'اہلیہ کچھ عرض کرنا چاہتی ہے'۔ حضرت نے فرمایا 'کیہہ حکم اے۔ (کیا حکم ہے) بیگم صاحبہ نے شکایت کا دفتر کھول دیا۔ ابھی دو تین جملے ہی مکمل ہوئے ہوں گے کہ ارشاد ہوا

"اوہ تے ہویا خیر مینوں دسو، میں کیہ کراں، جے ہُن ایتھے تہاڈے والد صاحب ہندے، میں ای انہاں کولوں تہاڈے حصے دی معافی منگ لیندا"۔ (یعنی مجھے بتایئے، میں کیا کرسکتا ہوں، اگر اس وقت تمہارے والد صاحب یہاں ہوتے تو میں خود تمہاری طرف سے ان سے معافی مانگ لیتا'۔)

بیوی نے مزید کچھ کہنا چاہا تو میں نے روک دیا۔اب ہم اجازت لے کر واپس گھر آ گئے۔آتے ہی والد صاحب کے قدموں میں سر رکھ دیا تو انہوں نے بھی حضور نقشِ لاثانی کی برکت سے کہیں زیادہ ہی شفقات کا مظاہرہ کرتے ہوئے معافی دے دی اور پھر چند ہی دنوں میں گھر کا نقشہ بھی بدل گیا"

والدہ ماجدہ کا ادب: اپنے غریب خانے (واقعہ پھگواڑی) جب بھی حضور نقشِ لاثانی قدم رنجہ فرماتے تو خود مجھ سے اپنے سامنے میری والدۂ مرحومہ کی قدم بوسی کراتے۔

"۱۹۷۶ء میں حج کے بعد جس شام کو ہماری مکہ کرمہ سے واپسی تھی، اس سے قریباً تین گھنٹے قبل حضور حرم شریف میں جلوہ گر تھے اور یہ فقیر خدمت میں حاضر۔۔۔۔اپنی نیازمندی کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا 'حضور! میں نے جو کچھ بھی کیا ہے، آپ کے لئے کیا ہے اور آپ کی نذر کرتا ہوں۔'[1] حضرت والا درجت قدس سرہ نے فوراً بولے 'اٹھو اور بو بو جی (والدہ صاحبہ) کے لئے طواف کر کے آؤ'۔

امام کا ادب: ایک بار بزرگوں کے ایک آستانے پر سجادہ نشین نے بر سبیل تذکرہ اپنے مریدوں کے سامنے فرمایا 'فیض پانے کے لئے ارائیں برادری بڑی موزوں ہے۔ رہ گئے میراثی تو یہ بیچارے کچھ حاصل نہیں کر سکتے'۔

اس آستانے کا ایک عظیم نعت خواں جو مہمانوں کی خدمت میں بھی پیش پیش رہتا تھا، اسی برادری سے متعلق تھا، اسے مایوسی ہوئی اور حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا 'حضور! کیا میراثی فیض نہیں پا سکتے اور کیا ان کے مقدر میں محض محرومی ہے؟ ارشاد ہوا کیوں نہیں! اسلام میں ذات پات کی کوئی گنجائش نہیں۔ جو محنت کرے گا پھل پائے گا۔ ہمارے گاؤں (علی پور شریف) کی قدیم ترین مسجد کے امام بھی اسی برادری سے تعلق رکھتے ہیں، ہم ان کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور باپ کی طرح ان کا ادب بھی کرتے ہیں"۔ (ہمارا مقصد انہی الفاظ سے حاصل ہو گیا تاہم کہتے ہیں کہ نعت خواں صاحب واپس پہنچے تو پیر صاحب نے معذرت کر لی۔)

خواتین کا احترام: حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ آدمیت احترام آدمی پر عمل پیرا تھے اور کسی فرد بشر کی بھی تذلیل پسند نہیں فرماتے تھے۔ عورت مرد اور چھوٹے بڑے جو بھی حاضر دربار ہوتے، نوازے جاتے تھے۔ (مغرور و متکبر لوگ البتہ حسنِ سلوک کے مستحق نہیں سمجھے جاتے تھے) اوپر کی مثالوں سے حضور کا اندازِ تخاطب واضح ہے۔ عموماً جو شخص بھی حاضر بارگاہ ہوتا 'کیہ حکم اے، کویں تشریف لیائے او' وغیرہ کے جملوں سے آنے کا مقصد پوچھا جاتا۔ خواتین کے سلسلے میں مزید اہتمام یہ تھا کہ خادم بارگاہ ان کے آنے کی اطلاع دیتا (اگر لیٹے ہوتے تو فوراً اٹھ کر بیٹھ جاتے اور اگر ٹوپی سرِ انور پہ نہ ہوتی تو فوراً رکھ لی جاتی۔ لمبی چوڑی باتیں کرنے کی حضور کو عادت تھی نہ سننے کی۔ سب سے پہلے خواتین ہی کو موقعہ ملتا، مگر انہیں لمبی داستانوں کی بجائے ایک دو جملوں میں ساری بات کرنے کا حکم ہوتا اور یونہی مردوں کو۔ وہ ایسا نہ کر سکتے تو جو اُن کا واقفِ حال وہاں ہوتا، اسے 'کام کی بات' بیان کرنے کا حکم ہوتا۔ جو شخص نہایت اختصار سے عرض کر سکتا، حضور بہت خوش ہوتے اور فرماتے 'جزاک اللہ'

1: اس طرح عرض کرنے کی وجہ، غالب کا وہ شعر تھا جو اس نے بہادر شاہ ظفر مرحوم سے بروقت سفرِ حج عرض کیا تھا، یعنی۔

غالب گر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں　　　حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی

عورتوں کو عموماً بڑھا چڑھا کر بات کرنے کی عادت ہوتی ہے، مگر حضور ایسا موقعہ کم ہی فراہم کرتے تھے۔ یہ بھی گویا تربیت کا ایک انداز تھا۔ یعنی انہیں بھی کم گوئی کی عادت پڑھے۔ دوسرے یہ کہ مردانِ حق کو سب سے زیادہ فکر عزیز 'وقت' ہے۔

در دست فقیر نقدے نیست جز وقت

آن ہم اگر زدست رود وائے برو!

(فقیر کے ہاتھ میں اگر کوئی نقدی ہے تو وقت ہے۔ اگر وہ بھی ضائع ہو جائے تو اس پر افسوس ہے)

حضور خود ہی کم گو نہیں تھے، غلاموں کو بھی ایسا ہی دیکھنا چاہتے تھے۔ تعویز لکھنے والوں کو بھی ہدایت تھی کہ بالخصوص خواتین کے بارے میں بال کی کھال اتارنے کی کوشش نہ کیا کریں اور نہ انہیں خود لمبی لمبی وضاحتیں کرنے دیا کریں۔ اگر انہیں ہر بات کرنے کا کھلا موقع دیا جائے تو انہیں بات سے بات نکالنے کی بڑی مہارت ہوتی ہے لہٰذا جتنے وقت میں بیس عورتوں کو فارغ کیا جاسکتا ہے، ایک بھی فارغ نہ ہو۔ بعض دفعہ یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک عورت نے سر درد کا تعویز مانگا تو محض اس کے مانگنے کے سبب کئی عورتوں نے یہی مانگنا شروع کر دیا۔ کسی نے اگر بھینس کے دودھ نہ دینے کی شکایت کی تو دوسری عورتوں کو اپنی اپنی بھینسیں یاد آجاتی ہیں۔ حضور ان کی جبلت سے آگاہ تھے اور اس لئے ان کے اس طرز عمل کی حوصلہ افزائی نہیں ہونے دیتے تھے۔ بعض عورتیں آتے ہی پوچھتی ہیں 'کتاب ہے ذرا کتاب دیکھ کر بتانا' کیا مرض ہے اور اس کی وجہ کیا ہے' کچھ کیا کرایا تو نہیں'۔ حضور ان کے انداز گفتگو سے سخت پریشان ہوتے اور فرماتے 'ہم یہ کام نہیں کیا کرتے، نارووال...... کے یہ کام کرتے ہیں ان سے کرالو، وہ توبہ کرتیں تو تعویز دیتے۔ خود مجھے بعض دفعہ ارشاد ہوتا' تعویز کے انتخاب میں زیادہ نہ سوچا کرو، اس وقت جو ذہن میں آجائے دے دیا کرو۔ فائدہ میرے تیرے لکھنے کی وجہ سے نہیں ہوگا۔ بچھلوں کا صدقہ ہوگا۔ سوچئے ان چند لفظوں میں کتنی نیازمندی ہے اور کیسا توکل ہے۔

شعائر اسلامی کی تعظیم: قرآن فرماتا ہے:

و من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب (الحج: ۳۲)

ترجمہ: اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

شعائر اسلامی گویا ایسی چیزیں ہیں جنھیں دیکھتے یا نام سنتے ہی ان کا اسلام سے تعلق سامنے آجائے، مثلاً مسجد، مسلمانوں کی سجدہ گاہ ہے اور اس کا کسی دوسرے مذہب سے کوئی سروکار نہیں لہٰذا یہ بھی اسلامی شعائر میں داخل ہے۔

تو ایسی تمام چیزیں جو اسلام کی علامات ہیں، قبلِ تعظیم ہیں۔ حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ ان کی تعظیم کا خصوصی اہتمام کرتے تھے یہاں تک کہ ان شعائر سے تعلق رکھنے والی چیزوں کا بھی آپ از حد ادب کرتے تھے، مثلاً قرآن پاک اور اس کے متعلقات، یا در ہے ادب، جیسا کہ اوپر گزرا، وہیں ہو سکتا ہے جہاں عظمت ذہن نشین ہو اور تصورات پر چھائی ہوئی ہو۔ درج ذیل تصریحات سے واضح ہو جائے گا کہ حضور نقشِ لاثانی کے دل میں قرآن پاک اور اللہ و رسول ﷺ کے مقدس ناموں کی کیسی عظمت تھی (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم)

قرآن پاک کا ادب: صوفی غلام علی نشتر آبادی جو بٹالہ ضلع گورداسپور سے ہجرت کرنے کے بعد نشتر آباد متصل بھوپال والا ضلع سیالکوٹ

میں رہائش پذیر ہیں، بیان کرتے ہیں

''حضور سرکارِ لاثانی قدس سرہ کے وصال شریف کے بعد سرکارِ نقشِ لاثانی قدس سرہ پہلی بار ہمارے گاؤں تلونڈی نور خاں تحصیل بٹالہ میں تشریف لائے تو دوپہر کے وقت آپ کے آرام فرمانے کا انتظام کمرے کے باہر ایک برآمدے میں کیا گیا۔ آپ چارپائی پر لیٹ ہی رہے تھے کہ یکا یک اٹھ گئے اور میرے والدِ محترم سے پوچھا'' کمرے کے اندر دروازے کے اوپر کیا ہے؟ حالانکہ اس طاق کو باہر سے دیکھنا ہی بظاہر ناممکن تھا۔ والد صاحب نے سرسری طور پر دیکھ کر عرض کیا' حضور کچھ نہیں'۔ ارشاد ہوا' اچھی طرح دیکھو!' اب دیکھا تو وہاں قرآن پاک تھا۔ فرمایا یہاں سے اٹھا کر کسی اور جگہ ادب سے رکھو یا میری چارپائی کا رخ بدل دو۔ چنانچہ قرآن پاک وہاں سے اٹھالیا گیا۔''

ذرا دیکھئے قرآن پاک سامنے نہیں بلکہ دیوار کے پیچھے ہے اور چشمِ ظاہر سے وہ تو وہ، اس کا طاق بھی نظر نہیں آیا، پھر وہ پاؤں کی سیدھ میں بھی نہیں، بلکہ بہت اونچا رکھا ہوا ہے، مگر وہ مردِ کامل جن کے لئے دیواریں ہرگز حجاب نہیں بن سکتیں، کس طرح قرآن پاک کو دیکھ رہے ہیں اور دوابایہ بھی گوارا نہیں کرتے کہ پاؤں کہ پاؤں کے سامنے رہے اگرچہ اونچا ہی سہی۔ سوچئے! اج کتنے عابد وزاہد اس کا خیال رکھتے ہیں اور کتنے عالم ومفتی اس کمالِ ادب کو ضروری سمجھتے ہیں؟

پھر ان بدنصیب 'عالم نما' لوگوں کی تیرہ بختی ومحرومی اندازہ بھی لگائیے جن کے نزدیک حضور سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات تک کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں اور ایسا علم ماننا ان کے نزدیک شرک میں مبتلا ہونے کے مترادف ہے۔

وظائف کا ادب: یہی صوفی صاحب راوی ہیں:

''ایک دور کا ذکر ہے، وظائف کی منزل پڑھتے ہوئے میرے جسم پر بوجھ سا محسوس ہونے لگتا۔ ایسے لگتا جیسے کسی نے دو من بوجھ لاد دیا ہے۔ پہلے تو یہ تکلیف منزل کے دوران ہوتی پھر ہر وقت رہنے لگی۔ ایک دو بزرگوں سے مشورہ کیا مگر بے سود۔ آخر دربار شریف میں حاضر ہو کر حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا' چلتے پھرتے پڑھنا ہو تو جگہ کی صفائی کا خیال رکھا کرو اور بھینس کے نیچے بیٹھ کر تو بالکل نہیں پڑھنا چاہئے'۔ اب مجھے یاد آیا کہ ایک بار میں نے بھینس کے نیچے بھی وظائف جاری رکھے تھے اس خیال سے کہ بھینس بھی نہلائی جا چکی ہے اور جگہ بھی ٹھیک ہی نظر آتی ہے۔ آپ نے توجہ فرمائی اور میرا سارا بوجھ اتر گیا۔

نیز اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ

وہ جہاں بھی ہوں، انہیں معلوم ہے اک اک خبر ہم جہاں بھی ہوں، ہمیشہ ان کے ہیں پیشِ نظر

کاغذ کا ادب: صوفی شوکت علی عاجز جو دربارِ عالیہ کے مخلص ترین خدام میں سے ہیں، روایت کرتے ہیں:۔

''ایک دفعہ حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ نے فرمایا کہ پکی ہوئی فصل میں سے نہیں گزرنا چاہئے اور نہ اس میں رفائے حاجت ہونی چاہئے بلکہ ہمارے مشائخ کے نزدیک 'سن' کے کھیت میں سے جوتی پہنے گزرنا بھی بے ادبی ہے کیونکہ اس سے کاغذ بنتا ہے۔ وہی کاغذ جس پر قرآن پاک لکھا جاتا ہے اور کبھی تعویز اور بسم اللہ شریف۔ کبھی اللہ تعالیٰ کا پاک نام۔

علم وتحریر کا ادب: حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ کسی بھی علم کی کتاب کو فرشِ زمین پر پڑا دیکھتے تو پریشان ہو جاتے۔ چنانچہ 1960ء کی بات ہے، حضور علاقہ شکر گڑھ میں جلوہ افروز تھے، میں اور میرا ایک عزیز جس کے پاس جماعت دہم کی انگریزی ٹرانسلیشن کی کتاب تھی، حاضر خدمت ہوئے۔ سلام کرتے ہی ہم دوسرے حاضرین کے ساتھ چٹائی پر بیٹھ گئے تو میرے عزیز نے کتاب مذکور چٹائی پر رکھ دی۔ حضور نے فرمایا 'کتاب کو نیچے فرش پر مت رکھو'۔ اس نے عرض کیا 'حضور! انگریزی ترجمے کی کتاب ہے'۔ فرمایا 'کیا وہ علم نہیں'۔ نیز کیا کتاب میں ایسے حروف نہیں جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب پاک ﷺ کے اسمائے گرامی بنتے ہیں۔ لہٰذا الفاظ وحروف کا بھی ادب کرنا چاہئے۔

اسی طرح حضور 'اخبارات' کو بھی فرش پر نہیں رکھنے دیتے تھے۔ ایک یہ 'ادب' ہے، جسے وقت کے تاجدار، شہنشاہِ ولایت حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ نے نے ہمیشہ ملحوظ رکھا کہ عام کاغذ اور عام تحریر کی بے ادبی بھی کبھی برداشت نہیں کی کیونکہ کاغذ قرآن پاک لکھنے کے بھی کام آتا ہے اور تحریر میں جو حروف بھی استعمال کئے جائیں آخر انہیں خداوند کریم اور حضور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے مبارک ناموں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک یہ بے نیازی ہے کہ بعض اوقات بڑے بڑے علماء ومناظرین عام بلکہ حدیث کی کتابیں بے تکلف زمین پر رکھ دیتے ہیں۔ اور نجدیان بدنصیب تو قرآن پاک کو فرش پر رکھنے میں ذرا وقت، خوف اور شرم محسوس نہیں کرتے۔

قبلہ شریف کا ادب: حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ بغیر کسی مجبوری کے اس طرح بیٹھنا پسند نہیں کرتے تھے کہ پیٹھ خانہ کعبہ کی طرف ہو، حتیٰ کہ دربار شریف میں مویشیوں کے لئے جو کھرلیاں بنائی جاتی تھیں وہ بھی شرقاً غرباً ہوتی تھیں تاکہ مویشی بھی قبلہ کی طرف پشت نہ کر سکیں۔

حرمین شریفین کی تصاویر کا ادب: حرمین شریفین کی طرف پشت کر کے بیٹھنا تو ایک طرف، اگر کسی کاغذ پر ان کی تصویر ہوتی اور وہ زمین پر پڑا ہوتا تو بےچین ہو جاتے۔ بعض جائنمازوں پر خانہ کعبہ یا روضہ مطہرہ کی تصویر بنی ہوتی ہے اور امام لوگ ان پہ کھڑے ہو کر بڑے شوق سے نماز پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ ایسی حرکت کو سخت ناپسند فرماتے اور بعض دفعہ ڈانٹ پلاتے۔

یہ تھا حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ کا مبارک رویہ ان اشیاء کے متعلق جو شعائرِ اسلامی ہیں یا شعائر کے ضمن میں آتی ہیں۔ خود خیال فرمائیے ان انسانوں کے بارے میں حضور کا طرزِ فکر وادب کیا ہوگا جو ان شعائر کے عملاً محافظ ہیں۔ مثلاً مشائخ عظام، علمائے کرام اور نعت خوانان ذوی الاحتشام۔ اگرچہ مشائخ کا کچھ ذکر اوپر بھی آ گیا ہے (تاہم اب پھر دین کے حوالے سے دوبارہ کچھ عرض کیا جاتا ہے)۔[1]

مشائخ: جہاں تک مشائخ کا تعلق ہے، سیدی حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ ہر اللہ والے کو اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے محبوب رکھتے تھے۔ مختلف سلاسل کی نسبت رکھنے والے صوفیہ میں کوئی امتیاز نہیں تھا۔ سرکار لاثانی قدس سرہ کا خانوادہ اگرچہ عملاً سب سے زیادہ نقشبندی مجددی سلوک کا علمبردار ہے تاہم دوسرے سلاسل میں بھی مجاز ہے، مگر صرف اجازت کی وجہ سے نہیں، طبعی طور پر بھی اس سلسلے میں غیر متعصب وروادار واقع ہوا ہے۔ حضور شہنشاہِ لاثانی قدس سرہ اپنے دور میں اور پھر ان کے بعد حضور نقشِ لاثانی بھی برصغیر کے عظیم تاجدارانِ طریقت جنہوں نے مختلف

1: مفکر ملت قبلہ صوفی محمد علی صاحب نقشبندی مدظلہ العالی اس مضمون کا ابتدائی حصہ ملاحظہ فرمایا تو تاکید کی کہ علاوہ متقدین حضرات کو حضور نقش لاثانی کی بارگاہ میں جو اہمیت وعظمت حاصل تھی اس کا ذکر بھی ضروری ہونا چاہئے۔

سلاسل کی آبیاری کی کے مزارات پر جاتے رہتے تھے۔ آپ کے فرزندِ اکبر اور سجادہ نشین حضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب قدس سرہ العظیم نے کئی بار برسبیل تذکرہ اپنے خاندانی رویے کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا 'ہم میں تعصب نہیں اور ہمیں ہر اللہ والے سے محبت سکھائی گئی ہے'۔

یہ بات ازحد افسوس کے لائق ہے کہ موجودہ دور میں جب اہلِ سنت جماعت بدترین افتراق و انتشار کا شکار ہیں اور 'اللہ والوں' کو خصوصی کوششیں کرنی چاہئے کہ ان میں اتحاد و یگانگت پیدا ہو نیز حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی محبت و غیرت سے انہیں سرشار کر کے کثرت کو وحدت میں تبدیل کردیں، مگر اس کے برعکس خود ان کی اپنی وجہ سے بھی اختلافات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جب ہر سلسلہ خدا اور رسول (جل علاو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تک پہنچتا ہے، ہر سلسلے میں اکابرِ امت ہیں اور ہر سلسلہ بنیادی طور پر مذہب اہل سنت سے وابستہ ہے تو پھر طریقت کے چند مخصوص عنوانات کو ہی موضوع بحث بنا کر مناظرانہ انداز اختیار کرنا کتنا تکلیف دہ ہے۔ یقین جانئے دورِ حاضر میں بعض آستانوں سے اپنے اپنے بزرگوں کی سوانح عمریاں اس طرح لکھی جارہی ہیں جیسے وہ عمر بھر دوسرے سلسلے والوں سے زیادہ تر مناظرہ ہی کرتے رہے ہیں۔ پھر اور بھی زیادہ قابلِ افسوس یہ امر ہے کہ ہر معرکے میں اپنی ہی فتح کا نقارہ بجایا جاتا ہے۔ جہاں مذہبی "فرقہ واریت" ہی اسلام کو نقصان پہنچا رہی ہو، وہاں اہل سنت کا ایک دوسرے پر یلغار کرتے رہنا کیونکر پسندیدہ ہوسکتا ہے اور جہاں سب اہل سنت کو متحد ہونا ازحد ضروری ہو وہاں اہل طریقت کی ایک دوسرے پر بے رحمانہ تنقید قوم کو کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ بعض لوگ اس قسم کی 'فتوحات' کو بہت جوش و جذبے سے بیان کرتے ہیں اور انہیں اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ سننے والے، ہوسکتا ہے، متاثر ہونے کی بجائے الٹا طریقت ہی سے اعتماد اٹھالیں۔

بہرحال حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ اپنے جدِ امجد حضور شہنشاہ لاثانی قدس سرھا کی طرح ہر سلسلے کے قدیم و جدید بزرگوں کو ادب و محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور باہم کسی قسم کا تعصب و امتیاز روا نہیں رکھتے تھے چنانچہ سالانہ عرس لاثانی کے موقعے پر صرف نقشبندی طریقت کے علماء کو دعوت نہیں دی جاتی تھی بلکہ قادری، چشتی، سہروردی علماء و مشائخ کو نہائت عزت و احترام سے بلایا جاتا اور ان کی بڑی آؤ بھگت کی جاتی تھی۔ تاہم چورہ شریف چونکہ اہلِ علی پور شریف کا پیر خانہ ہے لہٰذا اس عظیم آستانے کے چھوٹے بڑے صاحبزادے نہایت ہی ادب و احترام سے سرآنکھوں پر بٹھائے جاتے تھے۔ چند لوگوں نے حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ کے ساتھ چورہ شریف کا سفر کیا ہے، یا جن کثیر لوگوں نے سالانہ عرس مقدس میں ذرا قریب رہ کر دیکھا ہے، میری اس بات کی تصدیق کریں گے۔ چورہ شریف میں تو حضور نقشِ لاثانی عجیب قسم کی نیازمندانہ سرمستی سے متکیف رہتے تھے اور صاحبزادوں کی قدم بوسی تو ایک طرف، ان کی عالیشان حجروں کی شکستہ دیواروں کو بھی اہتمام سے چومتے تھے (جہاں عرصہ دراز سے حضور باواجی قدس سرہ جلوہ گر رہے تھے)۔

یوں تو چورہ شریف کا سارا خاندان مرکزِ عقیدت تھا مگر خصوصیت سے قبلہ عالم حضرت حید ر پیر کالی چادر والے، حضور نور بادشاہ، حضرت پیر محمد شفیع اور حضرت خواجہ محمد معصوم علیہم الرحمۃ کے ساتھ زیادہ لگاؤ تھا۔ (یہ حضرات چورہ شریف حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ کے ساتھ جس محبت و خلوص سے پیش آتے تھے، اس کا ذکر کسی دوسری جگہ آرہا ہے) حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ کے دستِ حق پرست پر اپنے لختِ جگر جناب پیر سید عابد حسین شاہ صاحب کو بیعت کرایا۔ اس سلسلے میں مجھے ایک واقعہ بھی یاد آگیا، ہوا یہ کہ ایک صاحب جو سید گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، مجھے پانی دم کر کے دینے

کی پیش کش کرنے لگے اور کہا کہ چند دن پانی پیو گے تو مکمل صحت یاب ہو جاؤ گے۔ میں نے یہ بات اپنے آقا (حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ) سے تنہائی میں کر دی تو فرمایا 'اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ ہو تو ہم اس کی قدم بوسی کو بھی تیار ہیں، ورنہ ہوا میں بھی اڑے، ہمارے نزدیک ہیچ ہے۔ پھر ان صاحب کے بارے میں فرمایا کہ ان کی بیعت قبلہ عالم حضرت پیر محمد شفیع چوراہی علیہ الرحمہ سے تھی۔ یہ انہیں چھوڑ کر ایک خلاف شرع پیر سے وابستہ ہو گئے ہیں لہٰذا اب ان پر اعتماد نہیں رہا'

علماء کرام کے ساتھ بھی آپ کو محبت تھی۔ میں نے اپنی خوش نصیب آنکھوں سے کئی بار یہ منظر دیکھا ہے کہ علماء و حفاظ اور نعتخوان حضرات سٹیج پر براجمان ہیں اور لاثانی خانوادے کا شہنشاہِ فقر و ولایت نیچے عوام میں بیٹھا ہے۔ عرس مقدس کے علاوہ بھی یہ حضرات سلام کیلئے دربار شریف حاضر ہوتے تو آپ کچھ نہ کچھ عطا فرماتے۔ مجھے خوب یاد ہے ایک بار حضرت مولانا محمد شریف ڈسکوی علیہ الرحمہ نے اپنے استاد فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا چشم دید واقعہ سنایا تھا۔ حضور شہنشاہِ لاثانی قدس سرہ جن سے حضرت فقیہ اعظم کو خصوصی عقیدت تھی۔ ان کے وصال شریف کے بعد دربار شریف میں آئے تو حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ نے انہیں رخصت کے وقت پانچ روپے عطا فرمائے۔ انھوں نے واپس کرنا چاہے تو فرمایا کیا حضور سرکار لاثانی قدس سرہ آپ کو عطا نہیں فرماتے تھے۔

حضور کی یہ روش آخر تک رہی اور دینی طبقے کے لوگ خصوصاً آپ کی عنایات سے بہرہ ور ہوتے رہے تقریباً کوئی قاری حافظ اور نعتخواں کے اس انعام خسروی سے محروم نہیں رہتا تھا۔ کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور کوئی اس قسم کی مذہبی شخصیت آجاتی تو آپ بڑا اکرام فرماتے اور اسے اگلی صفوں میں جگہ دیتے۔ اگر پاس بیٹھنے والا کوئی شخص علماء کرام کے مقام و مرتبہ سے ناآشنا ہوتا تو اسے پیچھے بھیج دیتے۔

یہ بات ایک مسلمہ حقیقت بن چکی تھی کہ آپ علماء کرام پر جو شفقتیں حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ فرماتے ہیں، عام پیر حضرات اس قسم کی روش سے بے نیاز ہیں۔ بلکہ بعض وہ ہیں جو علماء ملنے آئیں تو ان سے مناظرہ شروع کر دیتے ہیں اور بعض کو شاید ملنے کا وقت بھی نہیں دیتے۔

حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ ادب کی تلقین فرماتے ہوئے عموماً حضرت مولائے روم رحمہ القیوم کے یہ شعر بھی سنایا کرتے تھے:

از ادب پر نور گشت است ایں فلک
از ادب معصوم و پاک آمد ملک
از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

اب ہم ان آداب کی طرف آتے ہیں جنھیں حضرت امام غزالی قدس سرہ العالی نے اپنی کتاب مستطاب کیمیائے سعادت کے رکن دوم میں معاملات کے عنوان سے کیا ہے، اور اس میں سب سے پہلی اصل ہے 'کھانے کے آداب (میں)۔ چونکہ حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ النورانی اس قسم کے آداب بڑے اہتمام سے سکھاتے تھے بلٰہذا آپ کی ادب آموزی کے ایک پہلو کے طور پر انھیں یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

حج اور عقائد اہل سنت

﴿نباض دوراں جناب حافظ نصر اللہ صاحب مدنی﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حج کے افعال وارکان پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حج اہل سنت والجماعت کے عقائد کی ایک عملی صورت ہے کیونکہ اہل سنت کے بہت سے عقائد حج سے ثابت ہوتے ہیں اور یہ اس مسلک کی حقانیت کی واضح دلیل ہے مثلاً

١- انبیاء واولیاء کی یادگاریں قائم کرنا
٢-اولیاء کرام کا دور نزدیک سے یکساں سننا
٣-ندا یارسول اللہ اور مسئلہ سماع موتیٰ
٤-اختیار نبی
٥-علم نبی ﷺ
٦-حیات النبی ﷺ
٧-حاضر وناظر
٨-نسبت مجازی افعال خدا کی سبب کی طرف نسبت کا جواز
٩-مخلوق خدا (زمزم) کا حاجت روا، مشکل کشا
١٠-حجر اسود کا علم اور اس کا اللہ کے حکم سے نفع پہنچانا
١٢-تعظیم نبی ﷺ موئے مبارک اور ناخن مبارک کا تبرک تقسیم فرمانا
١٣-ایصال ثواب اور کھانا آگے رکھ کر کچھ پڑھنا اور اس پر غیر اللہ کا نام آنا
١٤-وسیلہ انبیاء واولیاء

١-انبیاء واولیاء کی یادگاریں قائم کرنا: حج سارے کا سارا اوّل تا آخر اللہ کے مقبولوں اور محبوبوں کی یادگار ہے۔اور یہ یادگار منانے اور قائم رکھنے کا خود اللہ نے حکم دیا ہے جس سے ثابت ہوتا کہ انبیاء اور اولیاء کی اللہ کی بارگاہ میں بڑی شان وشوکت ہے کیونکہ انہوں نے اللہ کی رضا کی خاطر اپنی جان مال اولاد سب کچھ قربان کر دیا تو اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہو گیا اور ان کا ذکر قیامت تک کے لئے باقی رکھا اور اس شان سے باقی رکھا جو اس جگہ کی زیارت کر لے وہ گناہوں سے پاک صاف نہ صرف خود گناہوں سے پاک وہ جس کے لئے دعا کر دیں اللہ تعالیٰ اس کی بھی مغفرت فرما دے اور جہاں وہ تھوڑی دیر کے لئے بھی ٹھہر گئے وہ جگہیں بھی قابل تعظیم اور اللہ کی نشانیاں بن گئیں تو جہاں وہ ہستیاں قیامت تک کے لئے آرام فرما ہیں ان مقامات کی عظمت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے تبرکات کے منکروں اور زیارات کو مٹانے والوں بے ادبوں کو غور کرنا چاہئے کہ یہ تبرکات کس نے باقی رکھے ہیں اور وہاں نماز ادا کرنے کا حکم کس نے دیا ہے مقام ابراہیم کو دیکھ لو پتھر پر قدموں کے نشان یہ کسی انسان کا کام نہیں اللہ کا کام ہے اب اس کو مٹا کر دکھاؤ تبرکات کے منکروں اور غار حرا اور غار ثور کی زیارت سے روکنے والوں کی لڑائی ہم سے یا نبیوں ولیوں سے نہیں اللہ سے ہے۔ وہی ان کی شان بلند کر رہا ہے

؎ عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے   یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ یہ لوگ اب شہداء بدر کی بھی زیارت نہیں کرنے دیتے وہاں کھڑے ہو کر سلام تک نہیں پڑھنے دیتے وہاں پولیس کا چوبیس گھنٹے پہرہ ہے۔ یہ کتنا بڑا افراط اور جھوٹ ہے کہ ہم قرآن وحدیث کو ماننے والے ہیں۔ان زیارتوں سے منع کرنے والی قرآن کی کوئی آیت بتاؤ یا کوئی حدیث دکھاؤ جس میں زیارت سے روکا گیا ہو ورنہ ہم دکھاتے ہیں۔ زیارت قبور سے ممانعت والی حدیث منسوخ ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا.

میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرو۔

(مسلم حدیث ۹۷۷ مشکاۃ حدیث: ۱۷۶۲ کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور)

اس سے ہر طرح زیارت قبور کا جواز معلوم ہوا خواہ روزانہ ہو یا سال کے بعد اور خواہ تنہا زیارت کی جائے یا جمع ہو کر اب اپنی طرف سے اس میں قیود لگانا کہ مجمع کے ساتھ زیارت کرنا منع ہے سال کے بعد مقرر کر کے زیارت کرنا منع ہے محض لغو ہے معین کر کے ہو یا بغیر معین کئے ہر طرح جائز ہے۔(جاء الحق ص ۳۲۲)

فَزُوْرُوْ امر مطلق ہے لہٰذا مسلمانوں کو زیارت قبر کے لئے سفر کرنا بھی جائز ہے جب ہسپتالوں اور حکیموں کے پاس سفر کر کے جاسکتے ہیں تو مزارات اولیاء پر بھی سفر کر کے جاسکتے ہیں کہ ان کی قبور روحانی ہسپتال ہیں، نیز اگر کہیں قبر پر لوگ ناجائز حرکتیں کرتے ہوں تو اس سے زیارت قبور نہ چھوڑے، ہو سکے تو ان حرکتوں کو بند کرے کیونکہ فَزُوْرُوْ امر مطلق ہے، دیکھو حضور ﷺ نے ہجرت سے پہلے بتوں کی وجہ سے کعبہ کو نہ چھوڑا بلکہ جب موقع ملا بت نکال دیئے آج بھی لوگ نکاح میں ناجائز حرکتیں کرتے ہیں مگر اس کی وجہ سے نہ نکاح بند کئے جاتے ہیں نہ وہاں کی شرکت، نکاح بھی سنت مطلقہ ہے اور زیارت قبور بھی سنت مطلقہ نکاح وزیارت قبور دونوں کے لئے سفر بھی درست ہے اور ناجائز امور کی وجہ سے ان میں شرکت ممنوع نہیں۔(مراۃ جلد ۲ ص: ۵۲۲)

شہداء بدر کی زیارت سے روکنے والوں اور اس کو شرک وبدعت کہنے والو لوگوں کو حج سے بھی منع کر دو یہ بھی اللہ کے مقبولوں کی یادگار ہے۔ صفا مروہ پر کون دوڑا تھا منیٰ میں قربانی کس نے کی تھی مزدلفہ اور میدان عرفات میں کون ٹھہرا تھا شیطان کو کنکریاں کس نے ماری تھیں حجر اسود کو کس نے بوسہ دیا تھا؟ مقام ابراہیم میں کون کھڑا ہوا تھا آج بھی حاجی وہاں پر نفل ادا کریں تو اولاد اسماعیل میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور صفا مروہ کی سعی کریں تو ستر (۷۰) غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ کبھی غور کیا کہ یہ سب مقامات کیا ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں قرار دیتا ہے اور ان کی تعظیم کا حکم دیتا ہے۔

؎ انداز بیاں گرچہ شوخ نہیں ہے میرا   شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات   (ڈاکٹر اقبال)

قرآن کی اصطلاح میں تقویٰ کی دو قسمیں ہیں تقویٰ بدن اور تقویٰ دل

تقویٰ بدن کا مدار اطاعتِ خدا اور رسول پر ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿جس نے اللہ جل جلالہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کی

ان پر نہ خوف ہے نہ وہ غمگین ہونگے ﴾سورۂ اعراف آیت (۳۵)

☆ ولی تقویٰ کا دارومدار اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں بلکہ جس چیز سے اُن کو نسبت ہو جائے اُس کی تعظیم وادب دل سے کرے تبرکات کا بے ادب ولی و پرہیز گار نہیں ہوسکتا رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دل کا تقویٰ ہے ﴾ (سورۂ حج آیت (۳۲) پارہ-۱۷ رکوع-۱۱)

جو کوئی اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو اُس کے لیے اُس کے رب کے ہاں بہتری ہے۔ سورۂ حج آیت (۳۰) پارہ-۱۷ رکوع-۱۱

☆ یہ بھی قرآن کریم ہی سے پوچھو کہ شعائر اللہ یعنی اللہ کی نشانیاں کیا ہیں جن کی تعظیم کو دلی تقویٰ قرار دیا گیا ہے۔ فرماتا ہے۔ صفا اور مروہ پہاڑیاں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو کوئی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ اس پر گناہ نہیں کہ ان پہاڑوں کا طواف کرے۔ (سورہ بقرہ)

صفا اور مروہ وہ پہاڑ ہیں جن پر حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں سات بار چڑھیں اور اتریں اس اللہ والی کے قدم پڑ جانے کی برکت سے یہ دونوں پہاڑ شعائر اللہ بن گئے اور تا قیامت حاجیوں پر اس پاک بی بی کی نقل اتارنے میں ان پر چڑھنا اور اترنا سات بار لازم ہو گیا بزرگوں کے قدم لگ جانے سے وہ چیز شعائر اللہ بن جاتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿تم لوگ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو ﴾ (سورہ بقرہ)

مقام ابراہیم: مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر جناب خلیل اللہ نے کعبہ کی دیواریں اونچی کیں ہر طواف کے بعد دو نفل پڑھے جاتے ہیں یہ نفل اسی جگہ پڑھنا سنت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جس پتھر پر نبی کے قدم پڑ جائیں وہ پتھر بھی قابل احترام ہوتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ عین نماز میں بزرگوں کے تبرکات کی تعظیم کرنا ثواب ہے شرک نہیں، تو جو کہے کہ نماز میں حضور ﷺ کا خیال کرنا شرک ہے وہ دراصل حضور کی اہانت کرتا ہے۔ جب جناب خلیل اللہ کے نشان قدم والے پتھر کو آگے رکھ کر نماز پڑھنا درست ہوا تو حضور انور ﷺ کا درجہ تو بہت اعلیٰ ہے (مراۃ جلد ۴ ص:۱۱۰)

ازان ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی نماز فقط تیرے دیدار کا بہانہ بنی (ڈاکٹر اقبال)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالیتے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ﴾ مقام ابراہیم کو جائے نماز بنالو۔ (سورہ بقرہ بخاری ۴۰۲ مشکوۃ ۶۰۵۰ کتاب المناقب باب مناقب عمر)

رب تعالیٰ فرماتا ہے: اور قربانی کے جانور ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے کئے تمہارے لیے اُن میں بھلائی ہے۔ (سورۂ حج)

جو جانور قربانی کے لیے یا کعبہ معظمہ کے لیے نامزد ہو جائے وہ شعائر اللہ ہے اس کا احترام چاہیے جیسے قرآن کا جزدان، اور کعبہ کا غلاف اور زمزم کا پانی مکہ شریف کی زمین کیوں؟ اس لیے کہ ان کو رب یا رب کے پیاروں سے نسبت ہے ان سب کی تعظیم ضروری ہے۔

حضور ﷺ کی تبرکات کے زیارت کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں سرکا ﷺ سے محبت کا تقاضا ہے کہ آپ ﷺ کے تبرکات کی زیارت کی جائے چاہے آپ ﷺ نے اس کی زیارت کا حکم بھی نہ دیا ہو صحابہ کرام ایسا ہی کیا کرتے تھے ہم بھی انہی کے غلام ہیں، بخوف طوالت بخاری شریف سے صرف دو حدیثیں پیش کرتا ہوں۔ مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

تبرکات کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ: موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ میں نے سالم بن عبداللہ کو دیکھا کہ وہ (حرمین) کے راستے میں کچھ مقامات کو تلاش کر کے وہاں نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ بھی بیان کیا کہ ان کے والد بھی ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے یہ بھی بیان

کرتے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ان مقامات پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (بخاری حدیث(483))

اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام ،صحابہ عظام اولیائے امت وصالحین امت نے جہاں نماز پڑھی ہو،عبادت کی ہو، قیام کیا ہو، وہاں سے برکت حاصل کرنا صحابہ کرام کی سنت اور کم از کم مستحب ضرور ہے۔ یہی تمام سلف وخلف کا مذہب ہے۔ علامہ عینی ،علامہ عسقلانی اور علامہ قسطلانی نے یہی لکھا ہے۔ (نزہۃ القاری 187/2)

امام قاضی عیاض فرماتے ہیں حضور ﷺ کی تعظیم واجلال شان ہی میں سے یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کے تمام متعلقات کی تعظیم کرے۔ حضور ﷺ کی طرف منسوب ان تمام جگہوں کی اور مشاہد ومعابد کی جو حرمین طیبین کے راستے میں ہیں اکرام کرے۔ بلکہ کہیں بھی ہوں سب کی تعظیم کرے۔ بلکہ ان چیزوں کا بھی جن کو دست مبارک نے مس کیا ہو۔

حضرت ابو محذورہ اپنے سر کے اگلے حصے کے بال نہیں منڈواتے تھے دریافت کیا گیا تو فرمایا: ان کو کس دل سے الگ کراؤں، ان کو حضور ﷺ کے دست مبارک نے مس کیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ منبر اقدس کے اس حصے پر ہاتھ رکھ کر چوم لیتے تھے جہاں سرکار بیٹھتے تھے۔

تبرکات کے متعلق حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا عقیدہ: حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مدینے آیا اور عبداللہ بن سلام سے ملاقات ہوئی۔ تو فرمایا میرے ساتھ میرے گھر چلو تاکہ میں تمہیں اس پیالہ میں پلاؤں جس میں رسول اللہ ﷺ نے پیا ہے اور تو اس مسجد میں نماز پڑھے جس میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی ہے۔ تو میں ان کے ساتھ گیا تو انہوں نے مجھے ستو پلائے اور کھجوریں کھلائیں اور میں نے ان کی مسجد میں نماز پڑھی۔ (بخاری کتاب الاعتصام حدیث 7342)

۲-۳ حج اور دور سے یا کے صیغہ سے خطاب کرنا اور مسئلہ سماع موتی: صاحب مرقات نے فرمایا: کہ حاجی کا لبیک کہنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار اور بلاوے کا جواب ہے۔ چنانچہ حاکم نے مستدرک میں اور حافظ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں امام سیوطی نے تفسیر جلالین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت براہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حکم دیا ﴿ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ ﴾ اور لوگوں میں حج کی عام ندا کردے ﴾ (سورہ الحج آیت: ۲۷ پارہ نمبر ۱۷ رکوع ۱۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا یَارَبِّ کَیْفَ اُبَلِّغُ النَّاسَ وَصَوْتِیْ لَایَنْفُذُ هُمْ اے میرے رب ان سب لوگوں تک میری آواز کیسے پہنچے گی؟ فَقَالَ نَادِ وَعَلَیْنَا الْبَلَاغُ اللہ نے فرمایا: تم اعلان کرو آواز پہنچانا میرا کام ہے، کہا گیا کہ مقام ابراہیم پر یا حجر اسود یا صفا پر یا جبل ابوقبیس پر کھڑے ہوئے اور کہا اے لوگو! تمہارے رب نے گھر بنایا اور تم پر اس کا حج فرض کیا ہے تو اس کا حج کرو کہا گیا ہے کہ پہاڑ جھک گئے حتیٰ کہ آواز زمین کے کناروں تک پہنچ گئی اور اس نے سن لی جو ماؤں کے رحموں میں تھے یا باپ کی پشتوں میں اور پتھر، مٹی اور درخت غرضیکہ جس چیز نے بھی سنا اس پکار کا جواب دیا اور قیامت تک جس کی قسمت میں لکھا تھا کہ وہ حج کرے گا اس نے جواب دیا لَبَّیْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ ۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص: ۲۲۶)

مفتی احمد یار خاں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ دور سے غائبانہ ندا جائز ہے۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں یارسول اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ساریہ کو پکارا حالانکہ وہ نہاوند میں جہاد کر رہے تھے (۔تفسیر نور العرفان)

اس سے معلوم ہوا کہ رب چاہے تو مُردوں کو بھی سنوا سکتا ہے کیونکہ جو ماں کے رحم یا باپ کی پشتوں میں تھے وہ مردہ ہی تھے اولیاء کرام انبیاء کرام تو زندہ ہوتے ہیں قرآن میں جو آیا ہے کہ مردے نہیں سنتے تو اس سے مراد دل کے مردہ کافر ہیں کہ وہ حق بات سن کر ایمان نہیں لاتے۔ ورنہ کافر زندہ ہو یا مردہ سب سنتے ہیں حضور ﷺ نے غزوہ بدر کے دن مردہ کافروں سے خطاب فرمایا تھا ﴿اَیَسُرُّکُمْ اَنَّکُمْ اَطَعْتُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ کیا تو تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تم اللہ و رسول کی اطاعت کرتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ روح کے بغیر صرف جسموں سے کیسے کلام فرما رہے ہیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمر تم ان سے زیادہ نہیں سنتے۔ بخاری ۳۹۷۶ مشکوٰۃ ۳۹۶۷ کتاب الجہاد باب حکم الاسراء

اس آیت سے بھی اس بات کی تائید ہوئی ہے کہ مردوں کے نہ سننے سے مراد کافر ہیں جو دل کے مردہ ہیں ﴿ہم نے جہنم کے لئے بہت سے جن اور انسان پیدا کئے ان کے دل ہیں لیکن سمجھتے نہیں ان کے کان ہیں لیکن سنتے نہیں ان کے لئے آنکھیں ہیں لیکن وہ ان سے دیکھتے نہیں ان کے لئے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ﴾ سورہ الاعراف ۱۷۹

اگر یہی معنیٰ ہو کہ مردے نہیں سنتے تو قبرستان والوں کو سلام کہنا بھی جائز نہ ہوگا۔ مردوں کو پکارنے اور ان کے سننے کا ذکر قرآن میں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام مردہ پرندوں کو پکارا تو وہ زندہ ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوگئے۔ دیکھو سورہ بقرہ آیت ۲۶۰۔ اگر مردہ پرندوں نے سنا نہیں تھا تو وہ زندہ کیسے ہوگئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے قرآن سے ثابت ہے اور اگر مردے سنتے نہیں تھے تو وہ زندہ کیسے ہو جاتے تھے۔

انبیاء کرام علیہ السلام کی تو بڑی شان ہے ان کے صدقہ میں شہداء بھی سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ شہدائے احد کی زیارت کے لئے گئے اُن کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ کے نزدیک زندہ ہو (اے مسلمانو) ان کی زیارت کیا کرو اور انہیں سلام کرو اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جو بھی انہیں سلام کرے گا یہ لوگ قیامت تک اُس پر سلام بھیجتے رہیں گے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط مجمع الزوائد ۳/۶۰) (وفاء الوفاء ۳/۹۳۲) (رواہ البیہقی فی الدلائل)

جب غلاموں کی یہ شان ہے تو آقا کا مقام کیا ہوگا

۴- حج اور اختیار نبی ﷺ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو تم پر حج فرض کیا گیا ہے پس حج کیا کرو! ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ آپ خاموش رہے حتیٰ کہ اُس نے تین بار یہی عرض کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا اور تم اس کی ادائیگی کی طاقت نہ رکھتے۔ جن چیزوں کا بیان میں چھوڑ دیا کروں تم اُن کا سوال مت کیا کرو کیونکہ تم سے پہلے اسی لئے ہلاک ہوئے کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے بکثرت سوال کیا کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کرتے تھے، لہذا جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر بقدر استطاعت عمل کیا کرو اور جب میں کسی چیز سے روک دوں تو اُس کو چھوڑ دیا کرو۔ (مسلم حدیث: ۱۳۳۷ کتاب الحج، مشکوٰۃ: ۲۵۰۵ کتاب المناسک)

سبحان اللہ کیا شان مصطفیٰ ہے یعنی پورا جواب تو کیا معنیٰ اگر ہم صرف ہاں کہہ دیتے تب بھی حج ہر سال فرض ہو جاتا اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو احکام شرعیہ کا مالک بنایا ہے کہ آپ کی ہاں اور نہ میں تاثیر ہے جس کے بہت قوی دلائل

موجود ہیں کیوں نہ ہو کہ آپ کا کلام وحی الٰہی ہے۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا	چشمہ علم وحکمت پہ لاکھوں سلام
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب	یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

اس حدیث سے ان لوگوں کی تردید ہو رہی ہے جو کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو کوئی اختیار نہیں اگر ایسا ہوتا تو سائل کے سوال پر حضور ﷺ فرماتے ٹھہرو ابھی جبریل کو آنے دو پوچھ کر بتاؤں گا بلکہ آپ ﷺ نے اسی وقت فرمادیا ﴿الحج مرة﴾ پس حج ایک ہی بار فرض ہے تو جس نے اس سے زیادہ کیا وہ نفل ہوگا۔ معلوم ہوا کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں اور ان کا عقیدہ باطل اور قرآن وحدیث کے منافی ہے جس کا جو دل چاہے کہتا پھرے ہم کہیں گے

کونین بنائے گئے سرکار کی خاطر	کونین کی خاطر تمہیں سرکار بنایا
کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے	محبوب کیا مالک ومختار بنایا
بے یار و مددگار جنہیں کوئی نہ پوچھے	ایسوں کا تجھے یار و مددگار بنایا

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چاہنے سے قبلہ تبدیل ہو جاتا ہے: ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے چاہنے سے ایک سجدہ یا ایک رکعت بھی معاف نہیں ہو سکتی لیکن رسول اللہ ﷺ کے چاہنے سے پنتالیس (۴۵) نمازیں معاف ہو سکتی ہیں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چاہنے سے سورج واپس لوٹ آتا ہے چاند کے دو ٹکڑے ہو جاتے ہیں درخت خدمت اقدس میں حاضر ہو جاتے ہیں انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے چاہنے سے ہر سال حج فرض ہو سکتا ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی رضا چاہتا ہے (وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ) سورۃ الضحیٰ

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ انبیاء واولیاء کو ہر وہ چیز ملتی ہے جو وہ چاہتے ہیں کیونکہ رب نے ان سے وعدہ فرمایا ہے لیکن یہ حضرات وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے یعنی ان کی مشیت خدا کی مشیت کے تابع ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے (وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ) وہ جو سچ لے کر آئے اور جنہوں نے سچ کی تصدیق کی وہی متقین ہیں ان کے لئے ہے جو وہ چاہیں اپنے رب کے پاس۔ سورہ الزمر آیت ۳۳-۳۴

حج میں نماز کو اپنے اوقات مقدم مؤخر کر دینا: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾ بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔ (سورہ النساء آیت ۱۰۳) لیکن حضور ﷺ نے میدان عرفات میں عصر کو ظہر کے وقت میں ادا فرمایا اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں ادا فرمایا۔ (مسلم شریف حدیث ۱۲۱۸ مشکوۃ شریف ۲۵۵۵ باب قصہ حجۃ الوداع)

یہ حضور ﷺ کا خصوصی اختیار تھا آج میدان عرفات میں سورج غروب ہو گیا ہے لیکن کوئی حاجی نماز نہیں پڑھ رہا یہاں تک کہ عشاء کا وقت ہو گیا کسی نے پوچھا حاجی صاحب عشاء تک وقت ہو گیا ہے اور آپ نے ابھی تک مغرب ادا نہیں کی حاجی صاحب کہتے ہیں بھئی آج ہم مغرب کی نماز ادا نہیں کر سکتے جب تک مزدلفہ نہ پہنچ جائیں چاہے رات کے کسی حصہ میں پہنچیں اس کے علاوہ اگر کوئی جان بوجھ کر نماز لیٹ کرے تو گنہگار بھی

ہوگا اور نماز بھی قضا ہو جائے گی لیکن اس کے برعکس اگر آج کوئی نماز مغرب مغرب کے وقت میں یا مزدلفہ سے پہلے پڑھتا ہے تو وہ گنہگار ہے اور اس کی نماز ہی نہیں ہوگی کیونکہ اللہ کے محبوب ﷺ نے اس نماز کے وقت کو مؤخر کر دیا جو نبی کریم ﷺ کو اپنے جیسا اور بے اختیار مانتے ہیں وہ ہر نماز اپنے اپنے وقت پر پڑھ کر دکھائیں تو پتہ چلے؟

سفر میں دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کرنا جائز نہیں سوائے عرفات اور مزدلفہ کے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ نماز اپنے وقت پر پڑھتے دیکھا ہے ماسوا مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کے آپ نے ان نمازوں کو جمع کر کے پڑھا اور اس دن نماز فجر اپنے وقت معہود سے پہلے پڑھ لی۔ (مسلم ۱۲۸۹ بخاری ۱۶۸۲ مشکوۃ ۲۶۰۸)

یہ حدیث امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ نے کبھی سفر میں جمع بین الصلاتین نہ کیا یعنی چند نمازیں یک وقت نہ پڑھیں جہاں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ذکر ہے وہاں جمع صوری مراد ہے یعنی ظہر آخر وقت میں اور عصر اول وقت میں پڑھی لیکن مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو حقیقتاً جمع فرمادیا کہ مغرب عشاء کے وقت میں پڑھی اور دوسری عرفات میں کہ وہاں عصر ظہر کے وقت میں پڑھی چونکہ وہ جمع دن میں تھا اور سب کے سامنے تھا اس لئے اس کا علیحدہ نام نہ لیا اور مزدلفہ میں نمازوں کا اجتماع رات میں تھا جس میں سارے حجاج جمع نہ تھے اس لئے صرف اس کا ذکر صراحتہً علیحدہ بھی کر دیا لہٰذا حدیث واضح ہے دو نمازوں سے مراد عرفہ اور مزدلفہ کی نمازیں ہیں۔ اور اس دن نماز فجر اپنے وقت معہود سے پہلے پڑھ لی۔ امام نووی فرماتے ہیں: کہ ان تمام روایات سے امام ابوحنیفہ کی تائید ہوتی ہے کہ صبح کی نماز کو اس دن کے علاوہ مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ (شرح مسلم)

حیض ونفاس والی عورت کو طواف الوداع کی رخصت دے دی: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بیت اللہ کا طواف کئے بغیر نہ لوٹے مگر حائضہ سے یہ حکم ہلکا کر دیا گیا۔ (بخاری ۷۵۵ مسلم ۱۳۲۷ مشکوۃ ۲۶۶۸ باب الخطبۃ یوم النحر) آفاقی (میقات سے باہر رہنے والے) پر طواف الوداع واجب ہے مگر عورتوں کو یہ واجب معاف کر دیا گیا کہ اگر وہ طواف زیارہ کر چکی ہیں تو وہ حیض بند ہونے کا انتظار نہ کریں بغیر طواف وداع کے جا سکتی ہیں۔

حج کی فضیلت اور رسول اللہ ﷺ کا علم: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد منیٰ میں حاضر تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک انصاری اور ثقفی نے حاضر سلام عرض کیا پھر وہ دونوں بولے یارسول اللہ! ہم آپ سے سوال کرنے آئے ہیں، آپ نے فرمایا ﴿ إِنْ شِئْتُمَا أَخْبَرْتُكُمَا بِمَا جِئْتُمَانِي تَسْأَلَانِي عَنْهُ، فَعَلْتُ، وَإِنْ شِئْتُمَا أَنْ أُمْسِكَ وَتَسْأَلَانِي ،فَعَلْتُ ﴾ فَقَالَا:((أَخْبِرْنَا يَارَسُولَ اللهِ))، اگر تم چاہو تو میں خود تمہارا سوال بیان کروں، اور اگر تم چاہو تو میں خاموش رہوں اور تم سوال کرو، انہوں نے یارسول اللہ آپ بیان فرمائیں ثقفی نے انصاری سے کہا کہ تم سوال کرو انصاری نے کہا یارسول اللہ! ہمیں بتایئے! آپ نے فرمایا کہ تم یہ سوال کرنے آئے ہو کہ جب تم اپنے گھر سے بیت اللہ کے لئے روانہ ہو اور بیت اللہ کا طواف کرو تو اُس میں تمہارے لئے کیا اجر ہے؟ اور طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کا کیا اجر ہے؟ اور صفا مروہ کے درمیان سعی کا کیا اجر ہے، اور وقوف عرفہ کا کیا اجر ہے، اور رمی جمار کا کیا اجر ہے، اور نحر (قربانی) کا کیا اجر ہے، اور سر منڈانے کا کیا اجر ہے؟ اور اس کے بعد طواف زیارت کا کیا اجر ہے؟ فَقَالَ:((وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَعَنْ هٰذَا جِئْتُ أَسْأَلُكَ))، انصاری نے کہا یارسول اللہ اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، ہم آپ سے یہی سوال کرنے آئے تھے۔ آپ

نے فرمایا: جب تم اپنے گھر سے بیت اللہ کے لئے روانہ ہوتے ہو تو تمہاری سواری کے ہر قدم رکھنے اور اُٹھانے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور ایک گناہ مٹاتا ہے اور جب تم طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے ہو تو تمہیں اولادِ اسماعیل سے ایک غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے، اور جب تم صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہو تو تمہیں ستر غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے، اور جب تم زوال کے بعد میدانِ عرفات میں وقوف کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے یہ میرے وہ بندے ہیں جو دُور دراز کے علاقوں سے بکھرے ہوئے غبار آلود بالوں کے ساتھ آئے ہیں یہ میری رحمت اور مغفرت کی امید رکھتے ہیں سو اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں، بارش کے قطروں اور سمندر کے جھاگ کے برابر بھی ہوں تو میں نے انہیں بخش دیا ہے، میرے بندو! عرفات سے مزدلفہ کی طرف جاؤ، تمہاری بھی مغفرت ہوگی اور جن کی تم شفاعت کرو گے اس کی بھی مغفرت ہوگی۔

اور جب تم رمی جمار (کنکریاں پھینکتے ہو) کرتے ہو تو ہر کنکری کے بدلہ میں ایک ہلاک کرنے والا کبیرہ گناہ معاف کر دیا جاتا ہے، اور تمہاری قربانی تمہارے رب کے پاس ذخیرہ کی جائے گی اور جب تم سر منڈاتے ہو تو ہر بال کے بدلہ میں ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے، اور جب اس کے بعد تم طواف (زیارت) کرو گے تو تم اس حال میں طواف کرو گے کہ تمہارا کوئی گناہ نہیں ہوگا، پھر ایک فرشتہ تمہارے دو کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہے گا جاؤ از سرِ نو عمل کرو تمہارے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر، الترغیب الترہیب کتاب الحج حدیث: ۱۷۰۹۔ ص ۲/۱۱۰، مجمع الزوائد جلد ۳ ص: ۲۷۴، المطالب العالیہ حافظ ابن حجر ج ۱ ص: ۳۶۳، ابن حبان، بزار، خصائص کبریٰ جلد ۲ ص: ۱۷۱)

حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہما السلام کا حج کرنا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وادی کے پاس سے گذرے آپ نے فرمایا: یہ کون سی وادی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یہ وادی ازرق ہے آپ نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں میں دی ہوئی ہیں اور بلند آواز سے تلبیہ پڑھتے ہوئے اس وادی سے گذر رہے ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا پھر ہم نے چلنا شروع کیا یہاں تک کہ ہم ایک وادی میں پہنچے آپ نے فرمایا: یہ کون سی وادی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یہ ہرشے یا لفت ہے آپ نے فرمایا گویا کہ میں حضرت یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک سرخ رنگ کی اونٹنی پر سوار ہیں اُن پر ایک اونی جبہ ہے اور وہ لبیک پڑھتے ہوئے اس وادی سے گذر رہے ہیں۔ (مسلم حدیث: ۱۶۶ کتاب الایمان مشکوٰۃ ۵۷۱۷ کتاب الفضائل باب بدء الخلق)

ان تمام احادیث سے حیات النبی ﷺ اور حاضر و ناظر کا مسئلہ روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا ماننے والوں کے لئے یہی حدیثیں کافی ہیں علامہ اقبال کہتے ہیں۔

تقدیرِ امم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا — مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

شارح مسلم علامہ نووی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ انبیاء کرام حج اور تلبیہ کس طرح کرتے ہیں حالانکہ وہ وفات پا چکے ہیں اس کا جواب یہ ہے أنهم كالشهداء بل هم أفضل منهم والشهدا أحياء عند ربهم فلا يبعد أن يحجوا ويصلوا كما ورد في الحديث الآخر. کہ انبیاء علیہم السلام بمنزلہ شہداء ہیں بلکہ ان سے افضل ہیں اور شہداء اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں اس لئے ان کا حج کرنا اور نماز پڑھنا بعید نہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ شرح مسلم

۸-نسبت مجازی:

افعال خدا کی سبب کی طرف نسبت کرنا جائز : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج اور عمرہ ملا کر کرو کہ ﴿فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوبَ﴾ یہ دونوں غریبی اور گناہوں کو ایسے مٹا دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے سونے اور چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اور مقبول حج کا ثواب جنت کے سوا اور کچھ نہیں۔ (ترمذی حدیث ۸۱۰، نسائی، ابن ماجہ، مشکوۃ حدیث: ۲۵۲۴ کتاب المناسک)

قران یا تمتع یا حج اور عمرہ ملا کر کرنے سے دل کی اور ظاہری فقیری بھی بفضلہ دور ہوتی ہے اور گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اس کا تجربہ بھی ہے۔ خیال رہے کہ گناہ و فقر دور کرنا رب کا کام ہے مگر یہاں اُسے حج و عمرہ کی طرف نسبت کیا گیا کہ یہ اس کا سبب ہے، لہذا کہہ سکتے ہیں کہ اللہ رسول غنی کرتے ہیں ﴿اَغْنَاهُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ سورۃ التوبہ آیت: ۷۴) مراۃ جلد ۴ ص: ۹۵

قرآن وحدیث میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں مثلا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان کی مثال جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ﴿كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ﴾ اس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیں۔ (سورہ بقرہ آیت ۲۶۱) دیکھو اگانے والے رب تعالیٰ ہے مگر یہاں دانے کی طرف اس کی نسبت کر دی گئی معلوم ہوا کہ سبب کی طرف فعل کی نسبت جائز ہے۔ تفسیر نور العرفان

اسی طرح حدیث میں بخار کو خطائیں دور کرنے والا بتایا گیا ایک صحابیہ نے بخار کو برا بھلا کہا تو ارشاد فرمایا: لا تَسُبِّي الْحُمَّى فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ بخار کو برا نہ کہو وہ تو انسان کی خطائیں ایسے دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو۔ (مسلم ۲۵۷۵-مشکوۃ ۱۵۴۳) **کھجور کو دافع البلاء قرار دیا گیا ہے:** حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فَخَيْرُ تَمَرَاتِكُمُ الْبَرْنِيُّ يَذْهَبُ بِالدَّاءِ وَلَا دَاءَ فِيْهِ تمہاری کھجوروں میں سے بہترین کھجور برنی ہے وہ بیماری کو لے جاتی ہے اور اُس میں کوئی بیماری نہیں۔ (رواہ الحاکم ۴/۲۲۶ حدیث ۷۴۵۰، سلسلہ احادیث الصحیحہ حدیث: ۱۸۴۴)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: برنی کھجور بیماری کو لے جاتی ہے۔ یعنی برنی کھجور دافع البلا والوباء ہے اور یہ حدیث بھی صحیح ہے کیونکہ اس کو غیر مقلدین حضرات کے چوٹی کے محدث ناصر الدین البانی نے صحیح کہا ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ دافع البلاء والوباء تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے لیکن حضور ﷺ برنی کھجور کو دافع البلاء کہہ رہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقی دافع البلاء والوباء اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں اس کھجور کی طرف جو دافع البلاء والوباء کی نسبت کی گئی ہے وہ نسبت مجازی ہے کیونکہ یہ بیماری دور کرنے کا سبب ہے تو اگر ایک عام مخلوق کو مجازی طور پر دافع البلاء والوباء کہنا جائز ہے تو حضور ﷺ تو ساری مخلوق سے افضل ہیں آپ کو دافع البلاء والوباء کہنا ہرگز شرک نہیں کیونکہ آپ کی دعاؤں سے امت کی مشکلیں دور ہوئی ہیں اور روز قیامت بھی آپ ہی کی شفاعت سے مشکلیں دور ہوں گی۔ حضور ﷺ نے مسجد اجابہ میں دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو قحط سالی اور پانی کے عذاب سے ہلاک نہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ مسلم شریف ۲۸۹۰ کتاب الفتن

تمہیں حاکم برایا تمہیں قاسم عطایا تمہیں دافع بلایا تمہیں شافع خطایا کوئی تم سا کون آیا

کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود | طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود
شافع روزِ جزا تم پہ کروڑوں درود | دافع جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود

اثمد سرمہ کے متعلق فرمایا: اِکْتَحِلُوْا بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّهٗ یَجْلُو الْبَصَرَ وَیُنْبِتُ الشَّعْرَ اثمد سرمہ لگایا کرو یہ آنکھوں کی روشنی تیز کرتا ہے۔ اور بال اگاتا ہے۔ (ترمذی ۱۷۵۷، ابوداود ۴۰۶۱ مشکوۃ کتاب اللباس باب الترجل ۴۴۷۲-۴۴۷۳)

حالانکہ روشنی تیز کرنا اور بال اگانا اللہ کا کام ہے یہاں سبب کی طرف فعل کی نسبت کی گئی ہے اور کس نے کی ہے جو امام التوحید ماحی الشرک (شرک کو مٹانے والے) ہیں اگر رب کے کاموں کی نسبت ایک ادنیٰ مخلوق کی طرف جائز ہے تو اعلیٰ اور افضل مخلوق جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف ناجائز کیسے ہوسکتی ہے۔ اسی لئے علامہ اقبال نے کہا ہے

سمجھ میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

دیکھو سرمہ نے آنکھوں کو فائدہ دیا بینائی کمزور تھی تیز ہوگئی بصارت کی مشکل سرمہ سے دور ہوئی یہ لوگ عقل سے پیدل ہیں کہ سرمہ کو مانتے ہیں کہ وہ آنکھوں کو فائدہ دے سکتا ہے لیکن اللہ کے محبوب دانائے غیوب کے متعلق کہیں گے وہ کسی نفع نقصان کے مالک نہیں سرمہ تو مشکل کشا ہوسکتا ہے لیکن اللہ کے محبوب دانائے غیوب ﷺ کو مشکل کشا کہنا شرک ہے۔ یعنی یہ سرمہ ایک ادنیٰ مخلوق پتھر کو نبی کریم ﷺ سے افضل مانتے ہیں۔ اسی امام اہل سنت فرماتے ہیں

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر تیرے دل میں کس سے بخار ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سانپوں کو قتل کرو اور (خصوصا) دو دھاریوں والے اور دم بریدہ سانپ کو کیونکہ یہ بصارت کو زائل کر دیتے ہیں اور حمل کو گرا دیتے ہیں۔ (بخاری ۳۲۹۷ مسلم ۲۲۳۳ مشکوۃ کتاب الصید باب ما یحل اکلہ حدیث ۴۱۱۷) یہاں بھی حضور ﷺ رب کے کاموں کی نسبت مخلوق کی طرف کر رہے ہیں۔

نماز بلائیں اور مشکلات دور کرتی ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو اپنے گھر سے نکلے تو دو رکعت نماز ادا کر لیا کر تو یہ دو رکعتیں تجھے باہر کی برائی سے بچائیں گی اور جب گھر میں داخل ہو تو دو رکعت نماز ادا کر لیا کر تو یہ دو رکعتیں تجھے گھر کی برائی سے بچائیں گی۔ بزار اور دیلمی اس حدیث کو غیر مقلد محدث ناصر الدین البانی نے اپنی کتاب سلسلہ احادیث الصحیحہ میں درج کیا ہے حدیث نمبر ۱۳۲۳)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز مشکلیں اور بلائیں دور کرتی ہے یعنی نماز دافع البلا اور مشکل کشا ہے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ نماز خالق ہے یا مخلوق ہے؟ نماز جو کہ ایک عمل ہے مخلوق ہے خالق نہیں ہوسکتی اگر مخلوق کو دافع البلا اور مشکل کشا سمجھنا شرک یا ناجائز ہوتا تو حضور ﷺ اسے کبھی دافع ابلا قرار نہ دیتے کیونکہ حضور ﷺ شرک کی تعلیم نہیں دیتے وہ تو شرک کو مٹانے آئے ہیں سب سے بڑا جاہل وہ ہے جو اسلام کی تعلیمات کو نہ سمجھ سکے۔ اور مسلمانوں کو مشرک بناتا پھرے اور نماز مخلوق ہے اور اولیاء کرام ساری مخلوق سے افضل اور رسول اولیاء سے افضل ہیں اور تو حضور ﷺ سارے نبیوں اور رسولوں سے افضل ہیں کیونکہ آپ امام الانبیاء اور حبیب کبریاء ہیں تو آپ بدرجہ اولیٰ مشکل کشا اور دافع البلاء ہیں اور حضور ﷺ فرماتے ہیں جس کا میں مولا (مددگار) اس کے علی مولی ہیں۔ (مشکوۃ)

تو حضرت علی بھی مشکل کشا ہیں۔

خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل اور رسولوں سے اعلی ہمارا نبی ﷺ

اور تمام اولیاء بھی مشکل کشا ہیں لیکن یا بات یاد رہے حقیقی مشکل کشا حاجت روا دافع البلا اللہ تعالٰی ہے مخلوق کا مشکل کشا ہونا اللہ کی عطا اور اذن سے ہے جیسے نماز کو کھجور کو دافع البلاء کہا گیا ہے

۹-حج اور مخلوق خدا (زمزم) کا اللہ کے حکم سے نافع اور شافع ہونا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا: مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ آب زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے اُسی کے لئے ہے۔(ابن ماجہ حدیث ۳۰۶۲ کتاب المناسک)

یعنی ہر بیماری کی شفا ہے اور اس سے ہر آرزو پوری ہوتی ہے یعنی یہ برکت والا پانی دافع البلا مشکل کشا بھی ہے حاجت روا بھی کیونکہ نہ ہو کہ اُس کو دو نبیوں سے نسبت ہے اس پانی میں دو برکتیں ہیں ایک تو حضرت ذبیح اللہ علیہ السلام کے پاؤں شریف کا دھوون ہے اور دوسرا حبیب اللہ ﷺ کا تبرک شامل ہے۔ مبارک ہیں وہ جنہیں اس کا پینا نصیب ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ آپ زمزم کے پاس تشریف لائے ہم نے زمزم کا ڈول نکال کر پیش کیا آپ نے نوش فرمایا پھر منہ میں پانی لے کر واپس اس میں ڈالا اور ہم نے چشمہ زمزم میں اُسے انڈیل دیا۔(احمد حدیث ۳۴۲۷) لِمَا شُرِبَ لَهُ میں مَا مطلق ہے کسی قسم کی قید نہیں ہے یعنی جو بھی نیت کر کے پیو وہی مل جائے گا دولت مانگو رزق مانگو اولاد مانگو شفا مانگو جنت مانگو مدینہ مانگو علم مانگو عمل مانگو کوٹھی مانگو کار مانگو اللہ کی رضا مانگو ایمان پہ خاتمہ مانگو دین و دنیا کی خیر مانگو حوض کوثر کے جام مانگو نبی کا دیدار مانگو سب کچھ ملے گا۔ جہاں نبی کے قدم لگ جائیں وہ جگہ وہ پانی تبرک اور شفا بن جاتا ہے تو جہاں نبی خود قیامت تک کے لئے آرام فرما ہوں وہ جگہ کتنی متبرک اور جسمانی روحانی ظاہری باطنی بیماریوں کیلئے شفا ہوگی اُس نبی کے شہر کی خاک شفا بن جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-(غُبَارُ الْمَدِيْنَةِ شِفَاءٌ مِنَ الْجُذَامِ) مدینہ کے غبار میں جذام (کوڑھ) سے شفا ہے۔(وفاء الوفاء ۱/۶۷)

قرآن کی رو سے نبی کے جسم سے جو کپڑا مس کر جائے وہ کپڑا بھی باعثِ شفا اور دافع البلا بن جاتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے فرمایا۔ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا میرا یہ کرتا لے جاؤ اسے میرے باپ کے منہ پر ڈالو تو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔(سورہ یوسف:۹۳) نبی کے تبرک یعنی کپڑے کی یہ تاثیر ہے کہ آنکھوں کی مشکل حل ہوگئی تو پھر نبی کی اپنی شان کیا ہوگی اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ مدینہ دار الشفا ہے جو گناہوں کی بیماری لے کر آئے اور یہاں آ کر استغفار کرے اور نبی کریم ﷺ اُس کی شفارش کر دیں تو وہ گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ — پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے
آب زم زم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں — آؤ جودِ شاہِ کوثر کا بھی دریا دیکھو
حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو — کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا — میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

۱۰-حجر اسود کا علم اور اللہ کے حکم سے نافع اور شافع ہونا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے حجر اسود کے متعلق فرمایا: وَاللّٰہِ لَیَبْعَثَنَّہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَہٗ عَیْنَانِ یُبْصِرُ بِہِمَا وَلِسَانٌ یَنْطِقُ بِہٖ یَشْہَدُ عَلٰی مَنِ اسْتَلَمَہٗ بِحَقٍّ رب کی قسم اللہ اسے قیامت کے دن ایسے اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھتا ہوگا اور ایک زبان ہوگی جن سے وہ بولتا ہوگا حق سے چومنے والوں کی گواہی دے گا۔ (ترمذی ۹۶۱ ابن ماجہ ۲۹۴۴ مشکوۃ ۲۵۷۸ کتاب المناسک باب دخول مکہ الترغیب ۱۷۱۷)

حجر اسود حاجیوں کے اچھے بُرے خاتمے کو جانتا ہے۔ کہ کون ایمان پر مرا اور کون کفر پر تب ہی تو وہ مومن مخلص کی شفاعت کرے گا مرتد منافق کی شفاعت نہ کرے گا جب ایک پتھر کے علم اور نفع کا یہ حال ہے تو حضور ﷺ جن کو رب نے سید الخلق ﷺ بنایا ہے ان کے علوم کا کیا پوچھنا جو لوگ حضور ﷺ کے لئے علوم خمسہ نہیں مانتے وہ اس حدیث میں غور کریں۔ مرات جلد ۴ ص ۱۳۳

۱۲-حج اور تعظیم نبی اور تبرکات کی اہمیت

موئے مبارک صحابہ کرام کو ساری دنیا سے زیادہ محبوب تھے: حضرت امام ابن سیرین سے روایت ہے کہ میں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض گذار ہوا کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ یا حضرت انس کے گھر والوں سے ملے ہیں۔ فرمایا: میرے پاس اُن میں سے ایک موئے مبارک ہوتا تو مجھے وہ دنیا و مافیہا (دنیا اور اس کی تمام نعمتوں) سے زیادہ عزیز ہوتا۔ (بخاری حدیث ۱۷۰) ہمارے حضور پُرنور ﷺ کا بال شریف نورانی و بے مثل ہے اور آپ ﷺ کے ایک بال مبارک کی بھی ہمسری کوئی نہیں کر سکتا کہ رب تعالیٰ نے قرآن میں اپنے محبوب ﷺ کی زلفوں کی قسم ذکر کی ہے

ہے کلام الٰہی میں شمس و ضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم   قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

مبارک بالوں کے حصول کا خوبصورت منظر اور تعظیم نبی ﷺ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حجام آپ ﷺ کا سر مونڈھ رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب آپ کے گرد گھوم رہے تھے، وہ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ کا کوئی بال بھی زمین پر گرنے کے بجائے اُن کے ہاتھوں میں گرے۔ (مسلم حدیث ۲۳۲۵)

فائدہ...... صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس فعل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے بالوں کو بھی بے نظیر و بے مثل سمجھتے تھے اور اس لئے بطور تبرک اپنے پاس رکھتے تھے اس پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اور بزرگان دین کے بال وغیرہ کو بطور تبرک رکھنا، ان کی تعظیم کرنا اور ان سے نفع و برکت کی اُمید رکھنا جائز ہے- اگر شرک و بدعت ہوتا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کبھی ایسا نہ کرتے۔

بالوں کی تقسیم: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جمرہ کی کنکریاں ماریں اور اونٹوں کو نحر کیا پھر حجام کے سامنے دائیں جانب کی اور اُس نے (وہ جانب) مونڈھ دی پھر آپ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ کو بلایا اور ان کو وہ بال مبارک دیئے پھر آپ ﷺ نے (اُس کے سامنے) بائیں جانب کی اور فرمایا مونڈھ دو اُس نے (وہ جانب) مونڈھ دی پھر آپ نے وہ بال حضرت ابوطلحہ کو دیئے اور فرمایا: ان بالوں کو لوگوں میں تقسیم کر دو۔ (مسلم ۱۳۰۵ مشکوۃ ۲۶۵۰ کتاب المناسک باب الحلق)

مبارک ناخنوں کی تقسیم؟: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور قریش میں سے ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جبکہ آپ ﷺ قربان گاہ میں قربانی کا گوشت تقسیم فرما رہے تھے مجھے اور میرے ساتھی کو کچھ نہ مل سکا پھر آپ ﷺ نے اپنے کپڑے میں اپنے سر کا حلق کرایا اور مجھے بال مبارک عطا کئے اور لوگوں میں بھی تقسیم فرمائے اور اپنے ناخن مبارک ترشوائے اور میرے ساتھی کو

عطا کیے۔(مسند احمد)

اللہ کی تلوار کا ایک ایمان افروز واقعہ: دنیائے کفر کے لئے قہر الٰہی کی ننگی تلوار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جن کی نوک شمشیر سے اسلام کی عالمگیر فتوحات کی عظیم تاریخ مرتب ہوئی اور اُن کی فتوحات ضرب المثل ہیں اسلام کے اس جلیل القدر جرنیل کی یہ فتوحات حضور ﷺ کے بال شریف کی بدولت تھیں گویا کہ حضور ﷺ کے بال بھی دافع البلاء اور مشکل کشا ہیں

برکت موئے مبارک سے ملے فتح وظفر اس کا سایہ بھی کسی وقت میں نہ آیا نظر

حضرت جعفر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنگ یرموک کے موقعہ پر ایک ٹوپی پہنے ہوئے تھے (اتفاق سے) وہ کہیں گر گئی آپ نے اُسے تلاش کر کے حاصل کیا اور فرمایا: کہ حضور ﷺ نے عمرہ کر کے حلق کروایا تو لوگوں نے بال حاصل کرنے میں جلدی کی اور میں اُن کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا اُن بالوں کو میں نے اس ٹوپی میں محفوظ کر لیا تھا ہر معرکہ میں یہ بال میرے ساتھ ہوتے ہیں اور انہی کی برکت سے مجھے فتح حاصل ہوتی ہے۔(خصائص کبری، طبرانی ورجالہ ثقات، شفا شریف ۲/ ۵۶، وابو یعلی، المطالب العالیہ ۴/ ۹۰ وعمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۲ ص ۲۸۴ حدیث ۱۷۰)

معلوم ہوا:- کہ موئے مبارک کی برکتوں سے مشکلیں آسان ہوجاتی ہیں اور فتوحات قدم چُومتی ہیں چُومتی ہیں جس ذاتِ کریم کے بال مبارک مشکل کشا اور دافع البلا ہیں وہ ذات بابرکات خود کیوں مشکل کشا اور دافع البلاء نہ ہوگی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو حضور ﷺ سے اتنا عشق و پیار تھا کہ وہ حضور ﷺ کے بال مبارک بطور تبرک لینے کو پروانہ وار جھکے پڑتے تھے۔

۱۳-حج اور ایصال ثواب

قربانی کے جانور پر غیر اللہ کا نام: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سینگوں والا مینڈھا لانے کا حکم دیا، جس کے ہاتھ پیر اور آنکھیں سیاہ ہوں سو قربانی کے لئے ایسا مینڈھا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دیا گیا، آپ نے فرمایا اے عائشہ! چھری لاؤ، پھر فرمایا: اس کو پتھر سے تیز کرو میں نے اس کو تیز کیا پھر آپ نے چھری لی، مینڈھے کو پکڑا، اُس کو لٹایا اور ذبح کرنے لگے پھر کہا (بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ) اللہ کے نام سے، اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد کی طرف سے اس کو قبول فرما پھر اس کی قربانی کی۔(مسلم حدیث (۱۹۶۷) مشکاۃ حدیث (۱۴۵۴) کتاب الصلاۃ باب فی الاضحیۃ)

یعنی قربانی کے ثواب میں انہیں بھی شریک فرمادے اس سے معلوم ہوا کہ اپنے فرائض و واجبات کا ثواب دوسروں کو بخش سکتے ہیں اس میں کمی نہیں آسکتی، یہ حدیث کھانا سامنے رکھ کر ایصال ثواب کرنے کی قوی دلیل ہے کہ بکرا سامنے ہے اور حضور اس کا ثواب اپنی آل اور امت کو بخش رہے ہیں۔(مراۃ ج ۲ ص:۳۶۸) نیز اس بکرے پر حضور ﷺ آپ کی آل پاک اور تمام امت کا نام آیا ہے اگر ایصال ثواب کی غرض سے بکرے پر صرف حضور غوث پاک کا نام آنے سے بکرا اور گیارھویں کا کھانا حرام ہو جاتا تو حضور ﷺ اس قربانی کے بکرے پر اپنی آل اور امت کا نام کبھی لیتے اور یہ قربانی اُس دن ہوئی جب دن دسواں رات گیارھویں تھی اور حضور غوث پاک آل پاک میں شامل ہیں اس سے معلوم ہو گیا کھانے وغیرہ پر حضور ﷺ کی آل پاک حضرت امام حسن و حسین اور حضور غوث پاک کا نام لینا امام الانبیاء کی سنت ہے۔

۱۴-حج اور وسیلہ کا ثبوت: مؤذن رسول حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مزدلفہ کی صبح ارشاد فرمایا: اے

بلال لوگوں کو خاموش کراؤ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے اس مجمع پر فخر فرماتا ہے فَوَهَبَ مُسِيئَكُمْ لِمُحْسِنِكُمْ اور اس نے تمہارے گنہگاروں کو نیکوں کے طفیل بخش دیا ہے وَ اَعْطٰى مُحْسِنَكُمْ مَا سَاَلَ اور تمہارے نیکوں نے جو مانگا عطا کر دیا ہے اب اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ (ابن ماجہ حدیث ۳۰۲۴ کتاب المناسک باب الوقوف بجمع)

اس سے معلوم ہوا کہ نیکوں کی صحبت فائدہ مند ہے دنیا میں کام آتی اور آخرت میں بھی اسی لئے حاجی سے دعا منگوانے کا حکم ہے اور حاجی چار سو آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔ (ترغیب حدیث نمبر ۱۲۵۳ رواہ البزار) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم حاجی سے ملو تو اسے سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اپنی دعائے مغفرت کے لئے کہو کیونکہ وہ بخشا ہوا ہے۔ (احمد ۶۰۷۷ مشکوۃ حدیث ۲۵۳۸ کتاب المناسک الفصل الثالث) یعنی حاجی تمہارا وسیلہ بن گیا تو رب کی رحمت کے دروازے کھل جائیں گے جب حاجی کی یہ شان ہے کہ اس نے جس کے لئے دعا کر دی وہ بخشا جائے گا تو اولیاء کرام اور انبیاء کرام کی کیا شان ہوگی۔

جب بھی مانگو وسیلے سے نبی کے مانگو اس وسیلے سے کرم اور بھی بالا ہوگا

نیکوں کی طفیل بُروں پر کرم: اس حدیث کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت سیدنا ابو عبداللہ جوہری فرماتے ہیں کہ ایک سال میں عرفات کے میدان میں تھا کہ میری ذرا سی آنکھ لگی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اترے ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس سال کتنے آدمیوں نے حج کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ چھ لاکھ آدمیوں نے مگر ان میں سے قبول صرف چھ ہی آدمیوں کا ہوا ہے۔ یہ بات سن کر مجھے بہت ہی رنج ہوا دل چاہا کہ اپنی حالت پر پھوٹ پھوٹ کر روؤں۔ اتنے میں پہلے فرشتے نے دوسرے سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ، جن کا حج قبول نہیں ہوا، کیا معاملہ کیا؟ دوسرے فرشتے نے کہا کہ کریم نے نظر کرم فرمائی اور چھ مقبولین کی طفیل چھ لاکھ کا حج بھی قبول فرمالیا ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے اور وہ اپنا فضل جسے چاہے عطا فرمائے وہ بڑا فضل والا ہے۔ (روض الریاحین)

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے: حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ طواف کے دوران میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صرف درود و سلام پڑھ رہا ہے میں نے اسے کہا تجھے کوئی دعا یاد نہیں تو صرف درود شریف ہی پڑھ رہا ہے۔ یا اس کی کیا حکمت ہے اس نے کہا دعائیں تو مجھے یاد ہیں لیکن بات یہ ہے کہ میں اور میرا باپ حج کے لئے نکلے تو میرا باپ راستہ میں بیمار ہو کر فوت ہو گیا تو کچھ وقت کے بعد ان کا چہرہ سیاہ ہو گیا میں نے ان کا چہرہ کپڑے سے ڈھک دیا اور بہت غمگین ہوا کہ میرے والد مسافری کی حالت میں فوت ہو گئے ہیں میں لوگوں سے ان کا حال نہیں چھپا سکوں گا میں اسی حالت میں بیٹھا تھا کہ مجھے نیند آ گئی اور میں سو گیا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک خوبصورت آدمی جس کا چہرہ نورانی کپڑے نہایت سفید اور اس سے خوشبو کے جھلے آ رہے ہیں تشریف لائے اور میرے والد کے منہ کپڑا اٹھا کر اپنا ہاتھ ان کے چہرے پر پھیرا تو ان کا سفید نورانی ہو گیا پھر وہ واپس جانے لگے تو میں نے ان کا دامن پکڑ لیا اور کہا یہ تو فرمایئے آپ کون ہیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ میرے والد پر اس جنگل میں احسان فرمایا ہے انہوں مسکرا کر فرمایا میں محمد رسول اللہ صاحب قرآن ہوں تیرا باپ بہت گنہگار تھا اور مجھ پر درود و سلام بھی بہت پڑھتا تھا تو جب اس پر یہ مصیبت پڑی تو اس نے مجھ سے فریاد کی تو میں اس کی فریاد کو پہنچا اور میں ہر اس آدمی کی فریاد کو پہنچتا ہوں جو مجھ پر درود و سلام کی کثرت کرے (روض الریاحین)

صدائیں درودوں کی آتی رہیں گی جنہیں سن کے میرا دل شاد ہوتا ہے
خدا آباد رکھے اہل سنت کو محمد ﷺ کا میلاد ہوتا رہے گا

Monthly Mujallah **AL-HAQIQA** October 2011
Reg.No. C.P.L.169

